ستمبر ۱۹۸۳ء ماہنامہ خالد ربوہ ایڈیٹر: نسیم محمد الدین ناز

اے مظفر تجھ پر سلام

ایک گہرے غم میں لپٹی ہوئی خوشی کی خبر!

امریکہ میں پہلی مرتبہ ایک احمدی نوجوان کو شہادت کا رتبہ ملا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ الودود نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر مظفر احمد صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"آج میں جماعت کو ایک گہرے غم میں لپٹی ہوئی خوشی کی خبر سنانا چاہتا ہوں۔ بعض سننے والے یہ تعجب کریں گے کہ ایسی بھی کوئی خوشی کی خبر ہو سکتی ہے جو گہرے غم میں لپیٹ کر پیش کی جائے تو ان کو میں یہ بتاتا ہوں کہ ہاں ایک خبر ایسی ہی ہے جو بڑی خوشی کی خبر ہے لیکن ہمیشہ غم میں لپیٹ کر پیش کی جاتی ہے اور وہ شہادت کی خبر ہے۔ شہادت میں یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ وہ بڑی عظیم بشارت اور خوشی کی خبر ہونے کے باوجود ایک گہرا غم بھی پیدا کر دیتی ہے۔

جس شہادت کا میں ذکر کرنے لگا ہوں وہ ایک تاریخی نوعیت کی شہادت ہے اس لئے کہ امریکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص احمدی نوجوان کو پہلی مرتبہ شہادت کا رتبہ عطا فرمایا ہے اور امریکہ کی سرزمین نے جو شہادت کا خون چکھا ہے وہ امریکہ کے لحاظ سے

باقی ٹائیٹل صفحہ ۳ پر

پبلشر: مبارک احمد خالد ☆ پرنٹر: سید عبدالحی ☆ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی - ربوہ
کتابت: نورالدین خوشنویس، دارالعلوم غربی - ربوہ ☆ رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

اداریہ

آنسوؤں کا نذرانہ

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیرونِ ملک سفر پر روانہ ہو گئے ہیں ———!

اللہ تعالیٰ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا حافظ و ناصر ہو، اور آپ کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے اور آپ کے جملہ مقاصد کو کامیاب کرے۔ دُور دراز ممالک کا یہ سفر کیوں؟ یہ کوئی سَیر و سیاحت کا سفر نہیں، محض للّٰہی سفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

توحید کا پرچم بلند کرنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کرنے، قرآن شریف کے حُسن و فضیلت کو بتانے، اللہ تعالیٰ کے گھر بنانے اور دُور دراز میں بسنے والے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُشّاق کو ابھارنے اور تبلیغ اسلام کے منصوبہ کو اعلیٰ خطوط پر چلانے کے لئے یہ سفر اختیار کیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ مقاصد محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورے ہوں گے۔

ہم یہاں رہ کر کس طرح آپ کے مددگار بن سکتے ہیں؟ ہاں اِس کا ایک طریق ہے کہ ہم آپ کے لیے اور آپ کے جملہ مقاصد کے کامیاب و بابرکت ہونے کے لیے آنسو بہائیں اور گریہ و زاری سے خدا کے پیار اور محبّت کو حاصل کریں۔

سو اے میرے پیارے خدام و اطفال بھائیو!

آج مَیں آپ سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ الودود کے لیے ہر آن دُعائیں جاری رکھیں۔ دن و رات ذکرِ الٰہی کرتے رہیں کہ اے میرے مولیٰ! تُو غیب سے غلبۂ اسلام کا سامان مہیّا فرما۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح سیدنا طاہر کی فرشتوں کے ذریعہ مدد فرما۔ ہماری التجاء کو قبول فرما۔ ہم کمزور ہیں۔ اسلام کے خلاف جو طوفان اُٹھا ہے اُسے تُو ہی ختم کر دے۔ میرے مولیٰ! تیرا کرم تو ہر زمانہ میں ظاہر ہُوا ہے اب بھی ظاہر فرما۔ توحید کو مٹانے کے لیے کِس طرح نمرود، فرعون، شدّاد اُٹھے مگر تُو نے توحید کو اپنے پیاروں کے ذریعہ قائم کیا۔

ہماری التجا ہے میرے آقا! پیار و رحم کا جلوہ دکھاتے ہوئے محض اپنے فضل سے ہم ناچیز و حقیر غلاموں کے ذریعہ اسلام کا بول بالا کر کہ یہ کام تیرے احسان کا مرہونِ منّت ہے ❊

دعوت اِلی اللہ کا طریق!

(محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مبلغِ اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ اے رسولؐ! جو حکم تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسے خوب کھول کھول کر پہنچا۔ اس الٰہی فرمان کو کما حقہٗ ادا کرنے کے لئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کوشش اور جدّ و جہد کو انتہا تک پہنچایا، ممکنہ ذرائع کو اپنایا، اس فریضہ کو پورا کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ موقع و محل، اخلاق و عادات، حتّٰی کہ نفسیات کو مدّنظر رکھتے ہوئے کفّار و مشرکین سے بات کی۔

آپؐ نے مکہ مکرمہ میں فریضۂ تبلیغ کو سر انجام دینا شروع فرمایا تو سُنّتِ مستمرہ کے مطابق مخالفت شروع ہوئی۔ حتّٰی کہ ہر قسم کی تکالیف پہنچائی گئیں۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر تمام وہ مظالم ڈھائے گئے جو اسلام کے دشمنوں کو معلوم تھے۔ اسکے علاوہ جھوٹے پروپیگنڈہ اور دل آزار باتوں سے کام لیا گیا۔ آپؐ جو کہتے تھے، بجائے دلائل سے اس کا جواب دینے کے کفار گالیوں اور مار پیٹ پر اُتر آتے مگر آپؐ کبھی بھی سچ بات کہنے سے نہ رُکے۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی استقلال و استقامت کے ساتھ اپنی اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے رہے۔ مکہ شریف میں جب تبلیغ کے سارے راستے بند کر دیئے گئے تو آپؐ نے طائف کا سفر اختیار کیا اور وہاں بھی آپؐ پر وہ ظلم کیا گیا جس کے ذکر سے جسم لرز اُٹھتا ہے مگر آپؐ نے صبر و ہمت کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہوئے اُن لوگوں کے حق میں کوئی بُرا لفظ تک استعمال نہیں کیا بلکہ اُن کی ہدایت کے لئے دعا مانگتے رہے۔

یہ تو تھی آپؐ کی ظاہری کوشش، دعوۃ الی اللہ کیلئے۔ مگر دوسرا رُخ دیکھیں تو لوگوں کی ہدایت کیلئے آپؐ نے خدا کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ دُعائیں جاری رکھیں اور اپنے آنسوؤں کے ساتھ اتنی التجاء کی کہ عرش کا ربّ پکار اُٹھا لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ۔

اے احمدی نوجوان! تیری زندگی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں گزرے، اگر تجھے تمنّا ہے کہ کامیابی تیرا قدم چُومے تو محبوب سُبحانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو اپنا کہ اب دعوۃ الی اللہ کیلئے ہم سے حقیروں کو چُنا گیا ہے۔ حق بات کا اعلان کر اور اسکے نتیجہ میں جو آگ بھڑک اُٹھے اُسے ٹھنڈا کرنے کیلئے ربّ دو جہان کے حضور اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کیونکہ ہمارے پاس اسکے سوا ہے کیا! اللہ کے پیار و شفقت کو حاصل کر۔ اسکی پناہ میں آنے کی کوشش کر اور دعوۃ الی اللہ کے عظیم مقصد کے حصول کے لئے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ و طریق کو اپناتے ہوئے آگے قدم بڑھا۔ خدا توفیق دے۔

تاریخِ مذہب کا ایک المناک باب

اللہ والوں سے دُنیا والوں کا سلوک

خدا کے بندوں کو اکثر ستایا جاتا ہے
ذِل اُن کا دُنیا میں ناحق دکھایا جاتا ہے

وطن سے کر دیئے جاتے ہیں بے وطن وہ کبھی [1]
صلیب پہ کبھی اُن کو چڑھایا جاتا ہے [2]

کبھی جکڑ کے اُنہیں آہنی سلاسل میں
فصیلِ شہر سے نیچے گرایا جاتا ہے [3]

فقیہہِ شہر کی تصدیق و مُہر سے اُن پر
ضلال و کُفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے [4]

لگا کے تہمتِ اقدامِ قتل اُن پہ کبھی
بلا سبب اُنہیں مُلزم بنایا جاتا ہے [5]

قبولِ صِدق کی پاداش میں کبھی اُن کو
عدالتوں میں مسلسل بُلایا جاتا ہے [6]

کبھی لِٹا کے اُنہیں آتشیں چٹانوں پر
اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے [7]

خدا کے پاک و مقدس گھروں میں بھی اُن پر
کبھی چُھری کبھی خنجر چلایا جاتا ہے [8]

مُلازمت سے کبھی اُن کو برطرف کر کے
عوام و خواص میں رُسوا کرایا جاتا ہے [9]

کبھی نکال کے قبروں سے ہڈیاں اُن کی
اُنہیں زِ راہِ تعصّب جلایا جاتا ہے [10]

ہے اُن کے مُردوں کی بے حرمتی بھی کارِ ثواب
سبق یہ اہلِ جہاں کو پڑھایا جاتا ہے [11]

نہ جانے اُن سے ہی پرخاش کیوں ہے دُنیا کو
کوئی بتائے اُنہیں کیوں ستایا جاتا ہے

ہے اُن کا کونسا آخر وہ جُرمِ خانہ خراب
سزا میں جس کی ستم اُن پہ ڈھایا جاتا ہے

نکال کر کبھی قبروں سے اُن کے مُردوں کو
مسیحی قبروں میں اُن کو دبایا جاتا ہے [11]

کوئی اذیتیں سہتا ہے برسوں زِندان میں
کسی کو زہر کا پیالہ پلایا جاتا ہے [12]

کسی کو آتشِ نمرود آزماتی ہے[۱۳] کسی کے جسم پہ آرا چلایا جاتا ہے[۱۴]
کسی کو پھینکتے ہیں چاہ میں خود اسکے عزیز پھر اس کو زنداں میں برسوں بھلایا جاتا ہے[۱۵]
کسی کا سر کیا جاتا ہے بے دریغ قلم[۱۶] کسی کو آگ میں زندہ جلایا جاتا ہے[۱۷]
کسی کے جسم پہ چلوا کے آہنی کنگھے ہر اک کو اس کا تماشا دکھایا جاتا ہے[۱۸]
کسی کے پاؤں کو مربوط کر کے اونٹوں سے پھر ان کو سمتِ مخالف ہنکایا جاتا ہے[۱۹]
کسی کے پاؤں میں پہنا کے آہنی زنجیر طرح طرح سے پھر اس کو ستایا جاتا ہے[۲۰]
شہید کر کے اچانک کسی کو خنجر سے پھر اس کے قلب و جگر کو چبایا جاتا ہے[۲۱]
کسی کے گھر کا یکایک محاصرہ کر کے چھرا ورِید پہ اس کی چلایا جاتا ہے[۲۲]
شہید کر دیا جاتا ہے کربلا میں کوئی[۲۳] کسی کو زہرِ ہلاہل پلایا جاتا ہے[۲۴]

کسی کے جسمِ مبارک سے سر جدا کر کے
دمشق میں سرِ بازار لایا جاتا ہے[۲۵]

کبھی زمیں پہ کبھی طشت میں اسے رکھ کر چھڑی سے اس کے لبوں کو ہلایا جاتا ہے
کسی کو لگتے ہیں کوڑے بحکمِ حاکمِ وقت مقدمات میں کوئی پھنسایا جاتا ہے[۲۶]
کسی کو ورثہ سے محروم ہونا پڑتا ہے کسی کے گھر کا اثاثہ جلایا جاتا ہے
کسی پہ تہمتِ غداریٔ وطن دھر کے ہر اک کی نظروں میں اسکو گرایا جاتا ہے
کسی کو گاڑ کے زندہ زمیں میں تا بہ کمر پھر اس کو رجمِ ستم سے گرایا جاتا ہے[۲۷]
گلا دبا کے کسی بے گنہ کا پٹکے سے چراغِ زندگی اُس کا بجھایا جاتا ہے[۲۸]
کسی کا کر دیا جاتا ہے کھانا پانی بند[۲۹] کسی کو دھوپ میں پہروں بٹھایا جاتا ہے[۳۰]
کلہاڑیوں سے کیا جاتا ہے شہید کوئی کسی کو سیف و سناں سے ڈرایا جاتا ہے[۳۱]
کسی کے قصدِ حرم پر بھی ہے کڑی قدغن اور اس پہ کفر کا لیبل لگایا جاتا ہے

کسی سے چھین کے مال و متاع و اہل و عیال
گلی گلی اُسے رُسوا کرایا جاتا ہے

کسی پہ کُفر کی از خود ہی تہمتیں جڑ کر
پھر اُس غریب کو کلمہ پڑھایا جاتا ہے

غرض خدا سے ہو جن کو بھی عشق کا دعویٰ
قدم قدم پہ اُنہیں آزمایا جاتا ہے

بلائیں سہتے ہیں وہ محض صدق کی خاطر
نظر سے دُنیا کی اُن کو گرایا جاتا ہے

نوازے جاتے ہیں پھر وہ جو صبر کرتے ہیں
اُنہیں کو ساغرِ کوثر پلایا جاتا ہے

ہزار بار بھی مر کر وہ زندہ رہتے ہیں
نبی ؐ کے نور سے اُن کو جلایا جاتا ہے

بُلند رہتا ہے نام اُن کا پھر سدا صدیق
اور اُن کی فتح کا ڈنکا بجایا جاتا ہے

{ محتاجِ دعائے خاص : محمد صدیق امرتسری ایم۔اے
سابق مبلغ احمدیت بلادِ عربیہ۔انگلستان، مغربی افریقہ، ملیشیا، جزائر فجی }

ؔ۱ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ ؔ۲ حضرت عیسٰیؑ اور منصور حلاجؒ ؔ۳ پہلی صدی عیسوی کے سچے عیسائی۔ ؔ۴ حضرت امام حسینؓ اور خلفائے اربعہؓ وغیرھم۔ ؔ۵ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ علیہ السلام ؔ۶ خدا کے لاتعداد نیک بندے ؔ۷ حضرت سیدنا بلالؓ، حضرت ابو فکیہہؓ ؔ۸ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت فضل عمرؓ ؔ۹ خدا کے بیشمار نیک بندے ؔ۱۰ خلفائے بنی امیہ کی قبروں سے ہڈیاں نکال کر جلائی گئیں۔ ؔ۱۱ احمدی مُردوں کو اکھاڑ کر عیسائی قبرستان میں دفنایا گیا ؔ۱۲ مشہور یُونانی فلسفی اور رہنما سقراط ؔ۱۳ حضرت ابراہیمؑ ؔ۱۴ حضرت زکریاؑ ؔ۱۵ حضرت یوسفؑ ؔ۱۶ حضرت یحییٰؑ ؔ۱۷ ابتدائی عیسائی ؔ۱۸ بخاری میں حدیثِ رسولؐ ؔ۱۹ صحابہ رسولؐ ؔ۲۰ حضرت ابو جندلؓ صحابی، حضرت امام احمدؒ۔ ؔ۲۱ حضرت سیدنا حمزہؓ عمِ رسولؐ ؔ۲۲ حضرت سیدنا عثمانؓ ؔ۲۳ حضرت امام حسینؓ ؔ۲۴ حضرت امام حسنؓ ؔ۲۵ حضرت سیدنا حسینؓ کا سرِ مبارک دمشق میں یزید کے دربار میں لایا گیا۔ ؔ۲۶ حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو حنیفہؒ، حضرت محی الدین ابن عربیؒ، ابن رُشد، حضرت امام شافعیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرھم ؔ۲۷ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ ؔ۲۸ حضرت مولوی عبدالرحمٰن افغانیؓ شاگرد صاحبزادہ صاحبؓ ؔ۲۹ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے کھانا پانی تین سال تک بند رکھا ؔ۳۰ حضرت اُمِ شریکؓ، ٹونگیا سیرالیون کے احمدی ؔ۳۱ ماسٹر عبدالحکیم ابڑو شہید مرحوم آف وارہ ضلع لاڑکانہ سندھ ؏

ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

سپین میں بابرکت تحریک وقفِ عارضی کا مبارک آغاز

ڈچ واقفِ عارضی کے شب و روز کی تفصیلات!

(مرتبہ و مرسلہ: مکرم مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین)

ہمارے ڈچ بھائی عزیزم ہبۃ النور صاحب ہیگ (ہالینڈ) سے دو ہفتہ کے لیے واقفِ عارضی کے طور پر سپین تشریف لائے۔ ہمارے پاس ایک پُرانی کار ہے جو ۱۹۷۶ء میں خریدی گئی تھی۔ مکرم ہبۃ النور صاحب کو چونکہ ڈرائیونگ آتی ہے اسلیے فیصلہ کیا گیا کہ قریہ قریہ پھر کر تبلیغ کی جائے چنانچہ ہم نے مندرجہ ذیل اسلحہ ساتھ لے کر تبلیغی مہم پر نکلنے کا پروگرام بنایا۔

★ ٹیپ ریکارڈر ★ کیسٹس (جن میں اذان، سورۃ فاتحہ اور اس کا ترجمہ، "میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں" اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی مسجد بشارت کے موقع کی افتتاحی تقریر ٹیپ تھیں)۔ ان کے علاوہ ★ پانچوں فولڈرز ★ امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ اور ★ دیگر لٹریچر،

علاوہ ازیں دو بڑے بڑے کاغذوں پر یہ تحریریں لکھیں۔ (۱) "حضرت مسیح موعود علیہ السلام آچکے ہیں۔" (۲) "میں اس تاریکی کے زمانہ کا نور ہوں"۔ مؤخر الذکر تحریر کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو بھی لگایا اور انہیں بھی اپنے ساتھ رکھ لیا۔

۱۲ مئی ۱۹۸۳ء کو ہم نے اس تبلیغی مہم کا آغاز کیا اور سنتافے (SANTAFE) جو غرناطہ سے ۹-۱۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے پہنچے۔ بادشاہ فرنینڈو اور ملکہ ازابیلا نے یہ قصبہ بطور چھاؤنی غرناطہ فتح کرنے کے لیے بنایا تھا۔ کولمبس کے ساتھ امریکہ کی دریافت کی مہم پر روانہ ہونے کے لیے بھی اسی قصبہ میں معاہدہ ہوا تھا۔ وہاں کے سنٹر میں جا کر قریباً ۵۰۰ کے قریب اشتہار تقسیم

کیئے گئے۔ زبانی اور کیسٹس (CASSETS) کے ذریعے تبلیغ کی گئی۔ G.Y.P.C.I لوگوں نے خاص دلچسپی لی۔ اگر ان سے رابطہ کیا جائے تو بڑی جماعت مل سکتی ہے لیکن ان کی تربیت پر خاص محنت درکار ہوگی۔

۱۳ / مئی کو PA RADOR NACIONAL SIERRA NEVADA تک گئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ چائے نوش فرمائی تھی۔ وہاں لوگوں کو تبلیغ کی اور ٹریکٹ مطالعہ کے لیئے دیئے۔ راستہ میں ایک قصبہ میں میلہ لگا ہوا تھا اور کوئی تہوار منایا جا رہا تھا۔ ارد گرد کے قصبات سے لوگ کافی تعداد میں وہاں جمع تھے۔ ایک ہزار تک اشتہار تقسیم کیئے گئے۔

۱۴ / مئی کو ہم نے غرناطہ یونیورسٹی میں جاکر طلباء کو تبلیغ کی۔ زبانی بھی اور CASSET کے ذریعہ بھی۔ نیز ایک ہزار سے زائد "میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں" ٹریکٹ تقسیم کیئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر بھی مطالعہ کے لیئے دی گئی۔ ایک فلسطینی میڈیکل سٹوڈنٹ اور چار ہسپانوی نوجوانوں نے گہری دلچسپی سے سوالات کیئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔

۱۵ / مئی کو ہم LOJA قصبہ میں پہنچے جو غرناطہ سے ۵۱ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس شہر میں قدیم اسلامی آثار پائے جاتے ہیں۔ ہم نے شہر کے سنٹر میں ٹیپ ریکارڈر لگا دیا۔ لوگ جوق در جوق آکر ٹریکٹ لینے لگے۔ یہ علاقہ ایک کاؤنٹ کی جائداد ہے جو جنرل فرانکو کے جنرل سیکرٹری رہ چکے ہیں۔ ان کو جب بھی احمدیت کا لٹریچر دیا گیا انہوں نے نہایت شوق سے اس کا مطالعہ کیا اور ہمیشہ احترام سے جواب دیا کرتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں جب حضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سپین تشریف لائے تو جنرل فرانکو کے ساتھ ملاقات کا وقت انہوں نے ہی مقرر کرایا تھا جو کہ بعد میں ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جس کی انہوں نے بعد میں حضور اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دلی معذرت پیش کر دی تھی۔

جب ہم آثار قدیمہ دیکھنے گئے تو ایک صاحب ملے۔ اگرچہ وہ LOJA کے رہنے والے ہیں۔ مگر بقول ان کے وہ اسلامی عمارات سے ایک قسم کا لگاؤ محسوس کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اس مقام کی زیارت کو بھی آجاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اسلام سے بھی لگاؤ محسوس ہوتا ہے۔ انہیں تبلیغ کی گئی اور ٹریکٹ وغیرہ دیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ALHAMA DE GRANADA میں تبلیغ احمدیت۔ الحمام عربی نام ہے۔ یہاں گرم پانی کا فوارہ ۲۴ گھنٹے چلتا ہے جو وجع المفاصل کی بیماریوں کو شفا دینے میں مشہور ہے۔ غرناطہ فتح کرنے سے پہلے ان ارد گرد کے قصبات میں عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ سخت مقابلہ ہوا تھا اور عیسائی

اِس قصبہ کو بمشکل فتح کر سکے تھے۔ لیکن جب فصیل کے اندر داخل ہو گئے تو عام قتل و غارت کی۔ INQUISICION پر عمل اسی شہر میں کیا گیا۔ ہاں بطور یادگار ایک بورڈ بھی لگا رکھا ہے۔ جو مسلمان پناہ لینے کے لیئے مسجدوں میں گھس گئے انکو مسجدوں سمیت زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو اپنے فضل سے احمدیت میں داخل فرما دے تو یہ بہترین انتقام ہو گا۔

اس شہر کے میئر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جن کا نام SY RECARDO ہے۔ بڑی مروّت سے پیش آئے۔ قہوہ سے تواضع کی۔ عوام نے بھی دلی خوشی سے ہماری تبلیغ کو سُنا۔ لٹریچر مطالعہ کے لیئے دیا گیا۔ اِس شہر کے ایک پادری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ جنہیں سلسلہ کا لٹریچر پیش کیا گیا۔ الحمد للہ اِن قصبات اور دیہات میں یوں معلوم ہوتا ہے لوگ پہلے سے ہی احمدیت کا پیغام سُننے کے لیئے منتظر ہیں۔ راستہ میں ایک اَور بستی LANCHA (کشتی) میں تبلیغ کا موقع ملا۔ مکرم ہبۃ النور صاحب نے غرناطہ کے صوبہ کے نقشہ پر ایک گاؤں جس کا نام ZAFARAYA ہے دیکھا اور کہنے لگے کہ اس گاؤں کا نام آپ کے نام پر ہے اس لیئے وہاں بھی جا کر ضرور تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اگرچہ رات ہو چکی تھی اور ہم نے ابھی ۸۰ کیلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے غرناطہ واپس آنا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر احمدیت کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ لوگ بہت پیار، محبت، احترام سے پیش آئے۔ ہماری تبلیغ کو نہایت توجہ اور شوق سے سُنا۔ وہاں کے میئر صاحب نے بھی ہم سے بڑے شوق سے کتب سلسلہ لیں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۱۶ ارمئی کو ALHINDIN قصبہ میں تبلیغ کیلئے پہنچے اور حسبِ معمول زبانی اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ تبلیغ کی۔ ٹریکٹ وغیرہ مطالعہ کے لیئے دیئے گئے۔ چونکہ وقت زیادہ نہ تھا اس لیئے صرف شہر کے سنٹر میں جا کر تبلیغ کی گئی۔ انشاء اللہ آئندہ وقت ہوا تو وہاں کے معزز لوگوں کے ساتھ فرداً فرداً ملاقات کرنے کا ارادہ ہے۔

۱۷ ارمئی کو MOTRIL گئے۔ جو غرناطہ کے صوبہ میں ۸۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ساحلِ سمندر سے مشرق کی جانب واقع ایک شہر ہے۔ راستہ میں DURCAL قصبہ میں ایک فیملی سے تعارف ہے وہاں ٹھہرے۔ دوپہر کا کھانا اُن کے ہاں ہی کھایا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ایک ورکشاپ میں تبلیغ کی گئی۔ ایک ہزار لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ اس شہر میں قابلِ ذکر بات یہ ہوئی کہ کاروں والے کار کھڑی کر کے خود لٹریچر مانگ مانگ کر لینے لگے۔ الحمد للہ۔

اگرچہ شام ہو گئی تھی۔ ۸ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ایک قصبہ "مولوی سار" نامی ہے۔ اس گاؤں کے ایک نوجوان نے جو اب بارسلونہ میں رہتے ہیں بیعت کی ہوئی ہے۔ گھنے جنگل میں گزرتے ہوئے ایک

اسلامی طرز کا قصبہ آگیا۔ سنٹر میں لوگ کافی تعداد میں جمع تھے۔ وہاں ہم نے ٹیپ ریکارڈر پہ اذان اور پھر باقی تقاریر وغیرہ لگا دیں جس سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر اشتہار اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر اور دیگر لٹریچر لینے لگے۔ آنکھوں اور چہروں سے محبت و پیار کی لہریں پھوٹتی تھیں۔ ہمارے دلوں سے بھی رقت سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ ربّ کریم اس سارے قصبہ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دے آمین۔ اس نو احمدی کا نام عطاء الکریم ہے۔ اُن کے چچا سے وہاں ملاقات ہوئی جنھوں نے ہماری مشروبات سے تواضع کی۔ جزاھم اللہ۔ اگرچہ ۸۰ کیلو میٹر کا پہاڑی راستے کا سفر اور رات کا وقت تھا مگر الحمد للہ کہ ہم خیریت سے واپس غرناطہ پہنچ گئے۔

۱۸ ؍ مئی کو لاء یونیورسٹی میں جا کر طلباء کو اشتہارات وغیرہ تقسیم کئے۔ یونیورسٹی میں کھلے طور پر تبلیغ کی اجازت ہے۔ ڈین نے لیکچر کروانے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کا موقع عطا فرما دے۔

۱۹ ؍ مئی کو پیدرو آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں سے ۵۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ALCALA REAL ایک شہر ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کار میں جاتے ہوئے اس شہر میں ایک جگہ رُکے تھے۔ جس کے سامنے ہی مسلمانوں کے زمانہ کا ایک قلعہ ہے۔ حضور اقدس رحمہ اللہ نے عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہاں آ کر دریافت کرو کہ اگر یہ لوگ۔ اہتر اور یونڈ پر قلعہ ہمیں دینے پر آمادہ ہوں تو اس کی مرمّت ہم خود کروالیں گے۔ چنانچہ بعد میں خاکسار بمعہ فیملی یہاں آیا اور میئر صاحب سے بات کی۔ وہ اس تجویز پر غور کرنے کو تیار تھے۔ ایک گائیڈ ہمارے ساتھ تھا ہم نے اس قلعہ کے فوٹو اُتارے اور حضور اقدس رحمہ اللہ کی خدمت میں بھجوائے۔

لوگوں نے یہاں بھی توجہ سے پیغامِ احمدیت کو سُنا اور لٹریچر کو بڑے شوق و جذبہ سے وصول کیا۔ راستہ میں ALCAUDETE جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ بمعہ قافلہ چائے نوش فرمائی تھی، اس گاؤں میں بھی تبلیغ کی گئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ان لوگوں کے لئے یہ ایک نئی بات تھی۔ وہ اس قسم کے مذہبی پروپیگنڈا کے عادی نہیں تاہم اتنا جانتے ہیں کہ وہ مسلمانوں یا MOROS کی نسل ہیں۔

اس کے بعد قرطبہ پہنچے۔ دوپہر عزیز عبدالکریم طاہر کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے کھانے سے تواضع کی۔ جزاھم اللہ۔ اور شام کو ہم مسجد بشارت پیدرو آباد پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

۲۰ ؍ مئی کو صبح پیدرو آباد سے میڈرڈ کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں ہم نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قالینوں کو ہز ایکسی لینسی

پریذیڈنٹ آف سپین D. FELIP GONZALEZ کی خدمت میں اور جناب سابق ڈائریکٹر مذہبی امور کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرنا تھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز کی ادائیگی میڈرڈ میں کی۔ احباب جماعت کو حضور انور ایدہ اللہ کا پیغام پہنچایا کہ ہر احمدی مبلغ بن جائے تو پھر ہی دُنیا میں احمدیت کا پیغام پہنچ سکے گا۔ احمدی احباب اپنے ڈچ بھائی ہبتہ النور صاحب سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

۲۱ مئی کو ہم جناب D. LUIS APOSTUA سابق ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور کی خدمت میں قالین کا تحفہ پیش کرنے کے لئے گئے مگر اُس وقت وہ میڈرڈ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ملاقات تو نہ ہوسکی تاہم قالین پیش کر دیا گیا جو کہ ان کو مل چکا ہے جس پر انہوں نے ٹیلیفون پر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا دلی شکریہ بھی ادا فرمایا۔

میڈرڈ میں مکرم عبدالاحد ناصر صاحب نو احمدی کے گھر گئے۔ اُن کے بھائیوں اور والدہ صاحبہ کو تبلیغ کی گئی۔ اسی طرح ایک اور نو احمدی JABIER ناصر الدین سے بھی ملاقات ہوئی۔ شام RETIRO پارک جا کر لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۲۲ مئی کو طلیطلہ TOLEDO گئے۔ مسجد میں اذان وغیرہ دی۔ ایک مصری دوست سے ملاقات ہوئی۔ تبلیغ کے بعد لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا۔ مسجد میں بے شمار ٹورسٹ آتے ہیں۔ اُس روز کوئی تہوار بھی تھا۔ مسجد جاتے ہوئے لوگ بے شمار لٹریچر لے گئے۔ "سوق المدور" یعنی شہر کے سنٹرل حصہ میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ نیز زبانی ایک ہزار کے قریب لوگوں کو پیغام حق پہنچایا گیا۔ ALMANSA شہر سے آئے ہوئے ایک گروپ نے زیادہ توجہ سے تبلیغ کو سُنا۔ ایک نوجوان نے کہا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اُن کو کتب وغیرہ مطالعہ کے لیے دی ہیں۔ اُن کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اُن سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جگہ جماعت عطا فرمائے۔

یہاں کی مسجد کا چوکیدار اور اُن کا باپ حضور اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ملا تھا۔ ہمیں وہ ہال نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہے۔ کوئی روک نہیں۔ ارد گرد کے علاقہ میں بھی کافی تبلیغ ہوئی۔

پہلے اس علاقہ میں مسجد کے لیئے زمین تلاش کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں احمدیت کا بیج لگا دے۔ اس علاقہ میں ابھی تک کافی اسلامی اثر ہے۔ پہلے ۵۰ سال یہی مسلمانوں کا دار الخلافہ رہا ہے۔ عزیز منصور سلمہ اللہ تعالیٰ کی کار میں یہ سفر ہوا۔ وہ بھی ہمراہ رہے۔

شام کو میڈرڈ ریترو پارک میں جا کر تبلیغ کی۔ اس پارک کو دیکھنے کے لیئے لوگ کافی تعداد میں آتے جاتے ہیں۔

چونکہ عزیز مکرم ہبتہ النور صاحب نے ۲۶ مئی کو واپس ہالینڈ جانا تھا۔ اب وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔

چنانچہ ہم نے ۲۳ مئی کو ہزایکسیلنسی صدر سپین کی خدمت میں چند منٹوں کی ملاقات کی درخواست کی تاکہ ہم حضور ایدہ اللہ الودود کی طرف سے قالین کا تحفہ پیش کریں لیکن اُن کی طرف سے جواب ملا کہ ابھی بادشاہ سلامت برازیل سے آرہے ہیں، اُن کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ جا رہا ہوں۔ آپ قالین میرے سیکرٹری کے حوالہ کر دیں۔ چنانچہ ہم قالین مکرم سیکرٹری صاحب کے پاس چھوڑ آئے سیکرٹری صاحب کو تبلیغ کی اور کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ مکرم پریذیڈنٹ صاحب کے لئے قرآن کریم کا تحفہ اور دیگر کتب پیش کی گئیں۔ دیباچہ تفسیر القرآن بزبان فرنچ کے علاوہ سیکرٹری صاحبان کے لئے بھی کتب کے سیٹ پیش کئے۔ سیکرٹری صاحب نے قرآن کریم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہیں انگریزی اچھی طرح آتی ہے۔ الغرض اُن کے سٹاف کے لوگوں کو بھی خوب تبلیغ کا موقع ملا۔ کثرت سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر تقسیم کی گئی۔

سیکرٹری صاحب نے قالین برائے پریذیڈنٹ صاحب کا بے حد شکریہ ادا کیا اور کہنے لگے کہ پریذیڈنٹ صاحب بے حد مصروف ہونے کی وجہ سے مسجد بشارت دیکھنے نہیں جا سکے۔ لیکن انہوں نے وعدہ کیا ہوا ہے ضرور کسی وقت جائیں گے انشاءاللہ۔ شام کو VALENCIA کے لئے روانہ ہوئے اور شام دس بجے کے قریب بخیریت وہاں پہنچ گئے۔

۲۴ مئی کو VALENCIA میں تبلیغ کی۔

عزیز عطاء الٰہی منصور کے علاوہ گھانا کے ایک احمدی دوست اسمٰعیل صاحب بھی یہیں رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ہسپانوی خاتون سے شادی کی ہوئی ہے اُن کی ایک چھوٹی بچی بھی ہے۔ اسمٰعیل صاحب کو ساتھ لیکر یونیورسٹی گئے اور ایک ہزار طلباء اور اُن کے پروفیسروں کو پیغام احمدیت پہنچایا گیا۔ سیکرٹری برائے یونیورسٹی اور چار پروفیسروں نے توجہ اور دلچسپی سے سوالات کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ مسجد بشارت کے فوٹو بھی تقسیم کئے گئے۔ طلباء کے ایک گروپ نے خوب سوالات کئے۔ مکرم اسمٰعیل صاحب آف گھانا بھی جواب دیتے رہے۔ ایک پروفیسر صاحب نے درخواست کی کہ اُن کی کلاس میں لیکچر کا انتظام کیا جائے۔ انشاءاللہ عنقریب اُن سے رابطہ قائم کر کے یہ لیکچر دیا جائے گا۔

اس علاقہ پر کافی اسلامی اثر ہے۔ قصبات کے نام بنی قاسم، بنی فرزع، خاطبہ، الحما وغیرہ ہیں۔ لوگوں کی توجہ اسلام کی طرف ہو رہی ہے۔ اور حقیقی اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک ہزار ٹریکٹ، فولڈرز وغیرہ تقسیم کئے۔ شام کو سمندر کی سیر کو گئے۔ جو ایک اہم بندرگاہ ہے۔ وہاں بھی ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کئے۔ وہاں سے واپسی پر اسمٰعیل صاحب کی فیملی سے ملاقات کے لئے چلے گئے، انہوں نے چائے پر مدعو کیا ہوا تھا۔ اُن کی فیملی کو تبلیغ کی گئی۔ انشاءاللہ اُن کی اہلیہ کی ہمشیرہ

اسلام قبول کرلیں گی۔

۲۵ رمئی کو ہم صبح سویرے ہی تیاری کر کے اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ۵۵ کیلومیٹر پر خاطیہ کا شہر ہے۔ وہاں بھی اسلامی آثار پائے جاتے ہیں حسب معمول سنٹر میں تبلیغ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ یہاں بھی احمدیت کا بیج لگادے۔ آمین

مرسیہ (MURCIA) میں تبلیغ

یہ وہ شہر ہے جہاں اُمّتِ مُسلمہ کے ایک ممتاز بزرگ، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ پیدا ہوئے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ظلّی اور اُمّتی نبوّت کا سلسلہ جاری ہے جو اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا زندہ ثبوت ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک و مقرّب بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن اتّباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّلین شرط ہے۔ فنافی اللہ اور فنا فی الرسول ہونا ضروری ہے۔

مرسیہ میں ہم یونیورسٹی گئے۔ وقت تھوڑا تھا۔ تقریباً چارسو کیلومیٹر طے کر کے غرناطہ بھی پہنچنا تھا۔ دوپہر کو یونیورسٹی بند تھی۔ پانچ بجے طلباء اور پروفیسر آنے شروع ہوئے تو ایک ہزار طلباء کو ٹریکٹ "مَیں اسلام کو کیوں مانتا ہوں" اور "اسلام کا تمدنی نظام" کے علاوہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی مسجد بشارت کے افتتاح کی تقریر تقسیم کی گئی۔ اسی طرح مسجد بشارت کا فوٹو بھی تقسیم کیا گیا۔

جب ہم سفر کے لیئے روانہ ہونے لگے تو ایک نوجوان D. JUAN آئے۔ اُنہوں نے لٹریچر مانگا اور کہا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں مجھے کسی سنٹر کا پتہ دیں۔ جب ہم نے اُن سے جماعت احمدیہ کا ذکر کیا تو بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ انہیں بھی لٹریچر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس شہر میں جماعت قائم فرمادے۔ آمین غرناطہ پہنچ کر ہم نے اُن کی طرف خط لکھا ہے۔ نیز انشاء اللہ ان سے رابطہ رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں سچا ایمان اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین

میڈرڈ سے غرناطہ تک میری اہلیہ محترمہ بھی ہم سفر رہیں۔ اس طرح عورتوں میں بھی تبلیغ کا موقع ملا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل بھرا ہوا ہے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور احبابِ جماعت کی دُعاؤں کے طفیل سپین میں یہ پہلا وقفِ عارضی ہر لحاظ سے نہایت ہی بابرکت رہا۔ بہت کامیاب اور بے شمار رُوحوں تک پیغامِ حق پہنچانے کا موجب ہوا۔ لگاتار دُعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین ثمرات پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مکرم صدر [illegible] صاحب اور اُنکی فیملی کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔ انکی قربانی قابل رشک ہے۔ ہماری پُرانی کار خدا کے فضل سے اس لمبے سفر میں بالکل ٹھیک چلتی رہی دو جگہ پنکچر ہوا مگر کوئی خاص پریشانی پیش نہیں آئی۔ الحمد للہ۔ ہم نے اس کا نام ناقۃ اللہ رکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسے ہی مُخلص، جوش رکھنے والے نیک واقفین عارضی عطا کرے جو سپین کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے والے ہوں۔ آمین

نعرۂ خادم

رہِ پُر خار کو رشکِ گلستاں کر کے چھوڑوں گا
جو مشکل آپڑے گی اُس کو آساں کر کے چھوڑوں گا

سرشکِ خوں کو افسانے کا عنواں کر کے چھوڑوں گا
مَیں رازِ دل کو آنکھوں سے نمایاں کر کے چھوڑوں گا

کہوں گا کافر و مومن کی ہر اچھی بُری مُنہ پر
مَیں تصویروں کے دونوں رُخ نمایاں کر کے چھوڑوں گا

کُچل ڈالوں گا رُوحِ ظلم خوئے مردم آزاری
پریشاں کرنے والوں کو پریشاں کر کے چھوڑوں گا

سکھاؤں گا نگاہِ نکتہ چیں کو طرزِ گل چینی
شبیہِ غیر کو تصویرِ جاناں کر کے چھوڑوں گا

مِٹا دوں گا یہ آپس کا تنافر اہلِ دُنیا سے
خدا کے فضل سے مَیں سب کو شاداں کر کے چھوڑوں گا

جہاں میں کینہ و بغض و حسد کا دَور دَورہ ہے
اس آبادی کو مَیں اک روز ویراں کر کے چھوڑوں گا

دلوں سے محو ہے رسمِ محبت اس زمانے میں
سلیم! اس شمعِ کشتہ کو فروزاں کر کے چھوڑوں گا

(سلیم شاہجہانپوری)

فنِ مصوّری اور تین تصویریں

(جناب حیدر قریشی صاحب)

مصوّری کی ابتداء کے بارے میں اگر غور کیا جائے تو انسان کے پاس اظہار کے لیئے جب یا تو الفاظ تھے ہی نہیں یا ناکافی تھے، تب اُس نے تصویروں کے ذریعہ اپنا مافی الضمیر ادا کرنا شروع کیا۔ آج سے تھوڑا عرصہ قبل انڈونیشیا کے بعض پسماندہ علاقوں میں زبان کا یہ حال تھا کہ اُن کے پاس گنتی کے ڈیڑھ دو سَو الفاظ تھے اور جھوٹ، سچ، پاکیزگی، محبت اور اسی قسم کی بہت سی کیفیتوں کے اظہار کے لیئے اُن کے پاس لفظ ہی موجود نہیں تھے لیکن اُن کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ انہیں بنانے والے بہت بڑے فنکار ہیں۔

مصوّری کی تاریخ پر ہم سرسری سی نظر بھی ڈالیں تو اس کے ابتدائی نقوش زمانہ قبل از تاریخ کے اسپین اور فرانس کے غاروں سے ملتے ہیں۔ یہ جانوروں کی تصویریں ہیں اور ان کا محرک ان جانوروں کو تسخیر کرنے کا جذبہ ہے۔ اسپین اور فرانس کے غاروں سے لے کر اجنتا اور ایلورا تک، یونانی آرٹ سے لے کر گندھارا تک اور مغل آرٹ سے لیکر آج کے زمانہ تک مصوّری نے بحیثیت فن کئی کروٹیں لی ہیں۔ جانوروں کو تسخیر کرنے کی خواہش کے بعد مذہبی آرٹ پیدا ہؤا۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں انسان توہّمات کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا تھا اور اُنہی اندھیروں میں خدا تک پہنچنے کی بجائے دیوی دیوتاؤں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اس لیئے مذہبی آرٹ کے دَور میں بُت پرستی کا رجحان قوی ہؤا۔ پھر یونانی عقلیت کا دَور آیا تو عقل پسندی مذہب پر حاوی ہو گئی۔ پھر رومن اور بازنطینی آرٹ کا زمانہ آیا۔

اسلام کی ابتداء کے ساتھ ہی لاشعوری طور پر مصوّری کے نئے خدوخال اُبھرنے شروع ہو گئے۔ مَیں نے شروع میں واضح کیا ہے کہ تصویریں بنانے کی ابتداء اس لیئے ہوئی تھی کہ انسان کے پاس اظہار کے لیئے الفاظ نہیں تھے یا ناکافی تھے۔ اسلام کی ابتداء کے زمانہ تک عرب میں اظہارِ خیال کوئی مسئلہ نہ رہا تھا بلکہ ادبی لحاظ سے بھی فصاحت و بلاغت کا زمانہ آ گیا تھا۔ اسلام بت پرستی کا خاتمہ کر کے خدائے واحد کی پہچان کراتا ہے اور اسی کی طرف انسان کو بُلاتا ہے اِس لئے بُت پرستی کے اُس بھیانک دَور میں شبیہوں تک کی ممانعت کر دی گئی تاکہ بُت پرستی کا کوئی معمولی سا جواز بھی باقی نہ

رہا ہے۔ اس دور میں مصوری نے اپنی جلوہ گری خطاطی
میں دکھائی اور مصوری جو قلتِ الفاظ کے نتیجہ میں
ظہور میں آئی اب خطاطی میں ظاہر ہونے لگی۔ اس
کا جواز خود قرآن مجید سے بھی ملتا ہے "نٓ وَالْقَلَمِ
وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○" "اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○"
قلم کی اہمیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی
میں بھی اس طرح نظر آتی ہے کہ جب وحی نازل ہوتی
حضورؐ خوشخط صحابہ کرام رضؓ سے اسے تحریر کرا لیتے تھے۔

بعض مفسرین اور مؤرخین نے حضرت ادریس
علیہ السلام کو سب سے پہلا خطاط اور خوشنویس قرار
دیا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسمٰعیل
علیہ السلام نے عربی خطاطی کی تھی اور ان کے بیٹوں
نے عربی خط کی ترویج و ترقی میں حصہ لیا۔ اس دور
میں ان کے قبیلہ نبطی کے تعلق سے یہ خطِ نبطی کے نام
سے مشہور ہوا خطِ نبطی میں جب اہلِ حیرہ نے اصلاحات
کیں تو اس کا نام خطِ حیری پڑ گیا۔ بعد ازاں جب
حیرہ کا نام کوفہ ہوا تو خطِ حیرہ کو خطِ کوفی کہا
جانے لگا۔

خطاطی کے فروغ کے بعد اسلامی انقلاب
کے زیرِ اثر مصور خطاطی کا رواج ہوا۔ اس میں لفظ
اور رنگ کے امتزاج سے معانی کو ابھارا جاتا ہے۔
تاتاریوں کے دور سے اس نئے انداز کی ابتداء ہوئی
لیکن اسے حقیقی فروغ آج کے زمانے میں نصیب
ہوا۔ شاکر علی، صادقین، آذر زوبی، حنیف رامے،
اسلم کمال اور شفیق فاروقی جیسے آرٹسٹوں نے اپنے اپنے
اسلوب میں رنگوں اور لفظوں کے ملاپ سے لفظوں
کے پس منظر میں موجود پوری معنویت کو اجاگر کیا ہے۔

موجودہ دور میں فوٹو گرافی نے مصوری کی
دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ بعض مصور تو اس انقلاب سے
اس درجہ سراسیمہ ہوئے کہ انہیں تجدیدیت کی پناہ
لینی پڑی لیکن بعضوں نے اظہار کی سابقہ روش
اور تجریدیت کے بامعنی اجزاء کو ساتھ ملا کر مصوری
میں صحت مند تجربے کیے جو ہنوز جاری ہیں۔

مصوری اور مصور خطاطی کی مختصر سی روداد
بیان کرنے کے بعد اب میں اپنے اصل مضمون کی
طرف آتا ہوں۔ آج کے ترقی یافتہ عہد میں جب
انسان ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے اس کی
تمام تر عظمتوں کے باوجود اس کی بے چارگی کی بھی
انتہاء ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان
پاک لفظوں کی مجسم تصویر ہے :۔

"بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز"

جب کیڑے کا پاؤں نہیں بنا سکتا تو انسانی اعضاء
کیونکر بنا سکے گا۔ تاہم عزم و عمل کی جو تعلیم اسلام
دیتا ہے اس کے مطابق انسان کو کسی بھی حالت میں
مایوس نہیں ہونا چاہیے اور ہر حالت میں خدا کا
شکر بجا لاتے ہوئے محنت اور دیانت اور سچی لگن
سے کام کرنا چاہیے۔ فی زمانہ ایسے لوگ بھی مل جاتے
ہیں جو بظاہر عام انسانوں سے کمتر نظر آتے ہیں۔
مگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو وہ بہتوں سے برتر
نظر آئیں گے۔ مجھے ایسے ہی باہمت انسانوں کی

بنائی ہوئی چند تصویروں کے FOLIO ملے ہیں جو
ولو کارڈز کی طرز پر چھاپے گئے ہیں اور جنہیں اصل
پینٹنگز سے کیمرے کے ذریعے عوام تک پہنچایا گیا ہے
ان میں ایک تصویر P.E. DRIVER
نامی ایسے شخص نے بنائی ہے جو ہاتھوں سے معذور
ہے لیکن بے دست ہونے کے باوجود اس نے اپنے
پیروں سے ہاتھوں کا کام لیا ہے۔ اپنے پیروں سے
اس نے شاہ چارلس کے ایک جہاز کی تصویر بنائی
ہے۔ یہ تصویر پوری انسانی زندگی کی جدوجہد کی
عکاس ہے۔ سمندروں کی متلاطم موجوں پر
ڈولتا جہاز ایک طرف انسان کی بے حیثیتی اور
بے وقعتی کا احساس دلاتا ہے تو دوسری طرف آسمان
کی تمام تر وسعتوں اور سمندر کی تمام تر بیکرانی کے
باوجود انسان کے وجود کا اثبات کرتا نظر آتا ہے۔

ایک اور تصویر جو SCHRICHER نامی
ایسے شخص نے بنائی ہے جو ہاتھوں سے معذور ہے
مگر اس نے برش کو اپنے منہ میں تھام کر "گارڈن
گلوری" کا خوبصورت منظر دکھایا ہے۔ خوبصورت
رنگوں سے مظاہر فطرت کی یہ عکاسی زندہ رہنے کا
حوصلہ ہی نہیں اعتبار بھی دیتی ہے۔

ایک اور تصویر جو A.E. STOGMANN
نامی ہاتھوں سے معذور مصور نے منہ سے بنائی ہے
اس میں منجمد زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلی نظر میں
یہ تصویر دیکھ کر مایوسی کا تاثر ابھرتا ہے لیکن اگر
غور کیا جائے تو یہ زندگی سے نہیں بلکہ مغرب کی
موجودہ مسیحی زندگی سے بیزاری کا اظہار ہے۔ دائیں
طرف شراب نوشی کا سامان دھرا ہے۔ اس کے
ساتھ پھولوں کا گلدستہ ہے اور بائیں جانب
کوئی مذہبی کتاب۔

یہ تصویر بڑے بوجھل رنگوں سے پینٹ کی گئی
ہے جس سے شدید بیزاری کا احساس ہوتا ہے۔
تاہم شراب اور مغربی مذہب کے درمیان گلاب
کے پھولوں کا گلدستہ مصوّر کے اس احساس کی
غمازی کرتا ہے کہ وہ اپنے دائیں بائیں کی اشیاء سے
بیزاری کے ساتھ کوئی بہتر درمیانی راستہ چاہتا ہے۔ یہ
درمیانی راستہ اسلام کا ہے۔ کیا ہمارے مبلغ اس مصوّر
تک پہنچے ہیں؟ کیونکہ یہ تصویر بزبان حال حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے اس شعر کی سچائی کا اقرار کر رہی ہے ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

برطانیہ سے شائع ہونے والی ان پینٹنگز
کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ انسان محنت اور
سچی لگن سے کام کرے تو کوئی روک، روک نہیں
رہتی۔ خدا خود بندے کو ہمّت اور توفیق دے
دیتا ہے۔ میں مغرب کے ان تین مصوّروں کو
سلام کرتا ہوں جنہوں نے اپنی معذوری کو
آڑے نہیں آنے دیا اور زندگی کو زندگی کے
طور پر اپنا کر مُردہ دلوں کو زندگی کا درس دیا
ہے ⁂

کب زمانہ دار پر منصور کو لایا نہ تھا

(ماسٹر عبدالحکیم صاحب ابڑو آف لاڑکانہ کی یاد میں)

بے گنہ کو کون سے دن خوں میں نہلایا نہ تھا
کب زمانہ دار پر منصور کو لایا نہ تھا

مِل کے سفّاکوں نے گو مارا تجھے عبدالحکیم!
قاتلوں کے سامنے تُو کچھ بھی گھبرایا نہ تھا

احمدیت کے چمن کا اِک گُلِ خوش رُو تھا تُو
سینکڑوں دَورِ خزاں آئے تو مُرجھایا نہ تھا

ظلم کی تاریکیوں میں بھی مہِ کامل تھا تُو
موت کے سائے میں بھی تُو چاند گہنایا نہ تھا

تُو وہ مومن تھا کہ جس سے موت بھی ڈرتی رہی
تیرے چہرے پر کسی دم خوف کا سایہ نہ تھا

مرنے والے مر کے ہو جاتے ہیں زندہ جاوداں
موت کا یہ رُخ کسی کے سامنے آیا نہ تھا

کب بُھلا سکتا ہے تیری خندہ رُوئی یہ ضیاءؔ
بن کے پتھر کب تیری راہ میں آیا نہ تھا

(ضیاء اللہ مبشّر۔ بھڈال ضلع سیالکوٹ)

صلیب مقدّس اور اسکی قدامت و اصلیت

(مکرّم محمود نصر اللہ صاحب۔ ڈسکہ)

اِس کائنات میں پائے جانے والے تقریباً ہر مذہب نے انسان کی رُوح اور اُس کے جسم کو حقِ معبودیت ادا کرنے کے واسطے عبادات کا ایک وجد آفرین سلسلہ عطا کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ظاہری اور لفظی ایمان و اعتقاد کے ساتھ جن کا تعلق رُوح سے ہوتا ہے انسانی بدن اور اس کے اعضاء بھی اس ایمان اور اعتقاد کا اظہار کریں تاکہ دوسروں کیلئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہو۔

لیکن جیسا کہ تاریخ صُحفِ سماوی اور تعلیماتِ ادیانِ عالم کا تقابلی مطالعہ کرنے والا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ اکثر و بیشتر مذاہب کی نہ صرف غیر الہامی نصائح بلکہ الہامی تعلیمات بھی ناقابلِ برداشت حد تک مسخ ہو چکی ہیں اور اب جس شکل میں موجود ہیں بدقسمتی سے ان کے پیرو کار انہیں کو اصل سمجھتے ہیں۔

۱۔ عبادات اور رسُومات کی اہمیّت

عبادات اور مقدّس رسومات کا عنصر ہر الہامی مذہب کا طرہ امتیاز ہوتا ہے۔ اور اس عنصر کو خارج کرنے کے بعد کوئی بھی اہلِ مذہب اپنے ایمان کا کامل مظاہرہ ظاہری طور پر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان کا مطالعہ ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ اِس پُر آشوب دَور میں جبکہ اکثر و بیشتر مذاہب کی تعلیمات مسخ ہو چکی ہیں اِس کے باوجود ہر مذہب الہامی اور واحد نجات دہندہ ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ ان عبادات کا تاریخی تجزیہ ہمیں سچے مذہب سے روشناس کرا سکتا ہے۔ کیونکہ دینِ حقّہ کی تعلیمات کی طرح اس کی عبادات اور مقدّس رسومات بھی ازلی ابدی ہوتی ہیں اور جس مذہب کی کوئی بنیادی عبادت وضعی اور جعلی ثابت ہو جائے وہ مذہب از خود غیر مستند قرار پا جائے گا۔

سرِدست ہم صرف اِس سلسلہ میں مسیحیّت کی طرف توجّہ کرتے ہیں اور دینِ مسیحیّت کی بنیادی عبادت اور بنیادی نشان یعنی "نشانِ صلیب" کے بارہ میں خالص محققانہ انداز میں ایک تاریخی تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

۲۔ نشانِ صلیب کی اہمیت

اس نشان کی اہمیت مقدس ٹرٹولین (TERTULLIAN) کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ :۔

"اپنے سب کاموں کے شروع میں خواہ ہم اندر جائیں یا باہر، خواہ ہم کپڑے پہنیں یا غسل کریں، کھائیں یا پئیں، خواہ ہم بتی ہاتھ میں پکڑیں یا کرسی پر بیٹھیں، غرضیکہ کُل کام اپنی پیشانی پر صلیب کا نشان کرکے شروع کریں"۔
(بحثی تعلیم از پادری دتّ صاحب، اردو ترجمہ ص ۲۳)

لیکن کس قدر اچنبھے کی بات ہے کہ مسیحی زندگی کے جزوِ لاینفک اور مسیحی دین کے سب سے بڑے نشان یعنی "نشانِ صلیب" کے حق میں ہم کتابِ مقدس سے کوئی گواہی نہیں پاتے۔ بلکہ جن مقامات کو مفسرین اور متکلمین نے بزعمِ خویش نشانِ صلیب سے متعلق قرار دیا ہے وہاں نہ تو اشارۃً اور نہ کنایۃً، غرضیکہ کسی بھی لحاظ سے نشانِ صلیب کا تذکرہ نہیں ملتا۔ بلکہ اگر سیاق و سباق پر غور کیا جائے تو وہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔

قارئین خود مندرجہ ذیل مقامات کا تفصیلی و تنقیدی مطالعہ فرما کر ہمارے دعوے کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔
(دیکھیں حزقیل ۹/۴ اور متی ۲۴/۳۰)

بلکہ جیسا کہ آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ صلیب کی جو شکل آج رائج ہے وہ ہرگز کتابِ مقدس سے ثابت نہیں اور جو شکل کتابِ مقدس سے ثابت ہے وہ ہرگز آج رائج نہیں۔

اگر مسیحی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو نشانِ صلیب حضرت مسیحؑ کے واقعۂ صلیب کی طرف اشارہ کرتا ہے لہٰذا اِس رسم کا اجراء حضرت مسیحؑ کی مصلوبیت کے بعد ہونا چاہیئے۔ گویا صلیب کو مذہبی اہمیت اور اِس قدر غیر معمولی فروغ واقعۂ صلیب کے بعد حاصل ہوا اِس لیئے صلیب کے بطور "مذہبی نشان" کے استعمال کا تذکرہ ہمیں بعد از زمانۂ مسیحؑ ملنا چاہیئے نہ کہ قبل مسیحؑ۔

۳۔ غیر اقوام اور استعمال صلیب

لیکن ہماری عقل دنگ رہ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صلیب کا استعمال حضرت مسیحؑ سے صدیوں پہلے رائج تھا۔ اور "غیر اقوام" میں اِس کا استعمال نہایت ادب اور احترام سے کیا جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"مسیحیت کے تعارف میں صلیب کا نشان جو اُس کی سادہ شکل میں دو

لاٹنوں کو زاویہ قائمہ پر کاٹ کر پیش کیا گیا۔ وہ دونوں مشرق اور مغرب میں نہایت پرانے زمانے کا ہے۔ یہ پیچھے انسانی تہذیب کے نہایت دور افتادہ دور میں ملتا ہے۔"

(دی کیتھلک انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ صفحہ ۵۱۷ ایڈیشن ۱۹۰۸ء)

اور اس نشانِ صلیب کے غیر اقوام میں "مذہبی علامت کے طور پر مستعمل ہونے کا ذکر یوں ملتا ہے:-

"نہایت دور افتادہ عہدِ قدیمہ سے مصر اور قدیم شام میں کراس کا انتہائی ادب ہوتا تھا۔ مشرق میں بدھ مت والے اس کی یکساں عزت اور تعظیم کرتے تھے۔۔۔ ہمارے دور کے آغاز کے قریب غیر قوم لوگ اپنی متبرک مذہبی رسوم مناتے وقت ماتھے پر صلیب کا نشان بنانے کے عادی تھے۔"

(دی اینشنٹ چرچ صفحہ ۳۱۴ ایڈیشن ۱۸۵۹ء از پادری ڈبلیو۔ ڈی۔ کلن)

۴۔ صلیب درحقیقت معبود تموز[1] کی علامت تھی

بیان کردہ حوالجات سے صلیب کا "غیر اقوام" اور "اہلِ بدھ" کا مذہبی نشان ہونا ثابت ہے

لیکن اب جو حوالہ ہم تحریر کریں گے اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ صلیب حضرت مسیحؑ کی نہیں بلکہ معبود تموز کی علامت تھی اور اس کی نمائندگی کرتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"صلیب کی ابتداء قدیم کلدان (بابل) میں ہوئی اور یہ معبود تموز کی علامت میں استعمال ہوتی تھی کیونکہ ٹیمزی Tau یا T شکل کی تھی جو اسکے نام کا ابتدائی حرف تھا۔"

(این ایکسپوزیٹری ڈکشنری آف نیو ٹسٹامنٹ ورڈز جلد ۱ صفحہ ۲۵۶ از ڈبلیو۔ ای۔ وائن)

متذکرہ بالا حوالجات سے "صلیب کے مسیحیت کے امتیازی نشان" ہونے کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ ان سطور سے اظہر من الشمس ہے کہ صلیب مذہبی علامت کے طور پر حضرت مسیحؑ سے صدیوں پیشتر استعمال ہوتی تھی اور "غیر اقوام" اپنے معمولاتِ زندگی صلیب کا نشان بنا کر ادا کرتے تھے۔

۵۔ صلیب کی اصلی ہیئت از روئے بائیبل

ہمارے مسیحی بھائی واقعۂ صلیب کی نظیر حضرت یسوعؑ میں تلاش کر کے "صلیب کے نشانِ مسیحیت" ہونے کا جواز پیدا کرتے ہیں۔ گو کتابِ مقدس سے مصلوبیت ثابت نہیں

[1] یہ ایک دیوتا تھا جس کا ذکر بائیبل میں کیا گیا ہے۔

مگر پھر بھی ہم ایک نیا موضوع کھولنے کی بجائے چند لمحوں کے لیئے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ مصلوبیت ہو گئی تھی۔ مگر کیا کوئی مسیحی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جس صلیب پر مسیح نے جان دی وہ بعینہٖ ایسی ہی تھی جیسی آجکل ہمارے مسیحی بھائی گردنوں میں لٹکائے پھرتے ہیں۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو تو ہم اُنہے مندرجہ ذیل سطور پر غور کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جن کو ہم The truth That leads to enternal life (P. 143) سے نقل کرتے ہیں۔

وھو ھذا:۔

"کیتھلک اور پروٹسٹنٹ بائیبل کے دونوں ترجموں میں اعمال ۵: ۳۰ اور ۱۰: ۳۹ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ یسوع "درخت" یا لکڑی پر مرا تھا۔ یہاں لفظ "درخت" یا لکڑی یونانی لفظ XULON یا XYLON کا ترجمہ ہے۔ اس لفظ اور ایک دوسرے لفظ سٹاروس STAUROS جس کا ترجمہ کچھ ترجموں میں "کراس" کیا گیا۔

ان کی بابت دی کمپینی این بائیبل اپنے ضمیموں میں صلہ ۱۸۶ پر یہ بیان کرتی ہے:۔

"ہومر (قدیم یونانی شاعر) لفظ سٹاروس کو ایک عام شہتیر یا درخت یا لکڑی کے ایک ٹکڑے کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ اور یونانی ادبیات کے اندر اس کا یہی مطلب اور استعمال دیا ہے۔ اس کا مطلب دو لکڑیوں کو ایک دوسرے کے اُوپر کسی بھی زاویہ پر رکھی ہوئی کسی چیز سے نہیں بلکہ اس کا مطلب ہمیشہ ایک ہی ٹکڑے سے رہا ہے۔ لہٰذا ہمارے خداوند کی موت کے طریقہ کے سلسلہ میں لفظ زیلون XULON یا XYLON (معنی لکڑی یا شہتیر) استعمال ہوا ہے۔ ..... اس طرح سے یہ کامل شہادت ہے کہ خداوند کو ایک سیدھے شہتیر یا درخت پر چڑھا کر مارا گیا نہ کہ لکڑی کے دو ٹکڑوں کو ایک دوسرے کے اُوپر کسی بھی زاویہ پر رکھی ہوئی کسی چیز پر۔"

بیان کردہ دلائل سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ حضرت مسیح کو جس صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور بعد میں وہ نیم مُردہ حالت میں اُتار لیئے گئے تھے وہ موجودہ صلیب سے قطعی مختلف تھی۔

۶۔ مسیحی اقوام میں صلیب پرستی کا نفوذ

اہلِ مسیحیت میں "غیر اقوام" سے صلیب پرستی کے عنصر کا نفوذ ایک دلچسپ تاریخ رکھتا ہے۔

ان گمشدہ کڑیوں کا سُراغ ہمیں ڈبلیو۔ ای۔ وائن کی اس کتاب میں ملتا ہے :۔

"سن عیسوی کی تیسری صدی کے وسط تک کلیسائیں مسیحی ایمان کے کئی عقیدوں سے یا تو پھر گئیں یا (بگاڑ کر) اُن کی نقل کی۔ برگشتہ کلیسائی نظام کے اثر کو بڑھانے کے لئے غیر قوم لوگوں کو ایمان کے وسیلہ سے اُن کی اصلاح کے بغیر ہی کلیساؤں کے اندر قبول کر لیا گیا اور ان کو زیادہ تر اپنے نشانوں اور علامتوں کے پابند رہنے دیا۔ لہٰذا TAU یا T کے آڑے ٹکڑے کو نیچے کر کے اُسے مسیح کی صلیب کی جگہ قبول کر لیا۔"

(این ایکسپوزیٹو ڈکشنری آف نیو ٹسٹامنٹ ورڈز جلد ا صفحہ ۲۵۶)

تیسری صدی کے بعد چوتھی صدی میں اس نشان کو اجتماعی اہمیت حاصل ہوئی۔ اسکے بارہ میں بھی ایک نہایت دلچسپ روایت ملتی ہے جس کے مطابق شاہ قسطنطین کو ۳۱۲ء میں ایک جنگ کے دوران آسمان پر ایک صلیب بنی ہوئی دکھائی دی۔ ازاں بعد اسکی والدہ سینٹ ہلینا کو کوئی صلیب ملی جس کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ یہ وہی صلیب ہے جس پر مسیح کو مصلوب کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ مئی ۳۲۶ء کا ہے۔ اس قصّے کی یاد میں مسیحی "دریافتِ صلیب" کے نام سے ایک دن بھی مناتے ہیں۔[۵]

۷۔ تقدیسِ صلیب ازروئے عقل و منطق

عقلی طور پر بھی صلیب کی تقدیس کا خیال بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ دُنیا کی کوئی مہذب تاریخ ایسی منطق کو جائز نہیں مانتی جس کی رُو سے لوگ ایسے آلاتِ قتل کو سنبھال سنبھال کر رکھیں جن سے اُن کا کوئی پیارا قتل ہُوا ہو۔

۸۔ کیتھولک فرقہ اور نشانِ صلیب

کیتھولک فرقہ اپنے آپ کو رسومات کا پابند ظاہر کرتا ہے اور دوسرے فرقوں خصوصاً پروٹسٹنٹ کو منکرِ رسوماتِ مقدسہ ٹھہرا کر کافر گردانتا ہے لیکن کتنے تعجب کی بات ہے یہ نشانِ محبت کیتھولک دُنیا کے رُوحانی پیشوا پوپ کی جُوتیوں پر نقش ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۱۸۵ بحوالہ پاکستان میں مسیحیت)

سُبحان اللہ! قادر و توانا خدا کی قدرت دیکھئے کہ آج "یکسر الصلیب" کی نوید ظاہری رنگ میں بھی پُوری ہو رہی ہے۔

۵۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۶ صفحہ ۷۵۳۔ مقالہ "صلیب" بحوالہ "عیسائیت کیا ہے"۔

اور پکار پکار کر حضرت احمد موعودؑ کی صداقت پر مُہرِ تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

آنے والے نے کیا خوب فرمایا تھا :-
"سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں .... اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔" (فتح اسلام صلا حاشیہ)

(مقالہ میں دیئے گئے حوالجات کے متعلق مزید تفصیل "The truth That leads to the enternal life." میں موجود ہے۔ یہ کتاب امریکہ سے شائع کی گئی ہے۔ اور دُنیا کی ۱۷ زبانوں میں چار کروڑ کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔) ؛

بلا تبصرہ

سرگودھا سے ایک خط

مکرمی و محترمی ایڈیٹر صاحب ماہنامہ خالد ربوہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ ۔ ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور اگست ۸۳ء سے ایک تراشہ ارسالِ خدمت ہے ۔ اسے مہربانی فرما کر ماہنامہ خالد میں جگہ دے دیں ۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے ”علماء“ اور ”مفتیان“ حدود اللہ کو توڑنے کے لیے کس قدر کوشاں اور حیلوں کی تلاش میں ہیں ۔ ان کے نزدیک دُنیاوی عدالتوں اور حکمرانوں کو جس طرح حیلوں اور تدابیر سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے اسی طرح (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ سے بھی اصل حقیقت کو چھپایا جا سکتا ہے ۔ وہ سُود جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے اور وہ سُودی کاروبار جس کو ترک نہ کرنیوالوں کے لیے اللہ کے رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ”خدا سے جنگ“ کی وعید سُنائی ہے اسے ہمارے مادیت پرست علماء کن کن حیلوں بہانوں سے جائز قرار دینے میں مصروف ہیں ۔ سچ ہے دین کی رُوح سے نابلد محض ظاہر پرست ”علماء“ سے یہی کچھ متوقع ہو سکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ بخشے ۔ آمین

آپ براہِ مہربانی اس تراشے کو میرے مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ خالد میں شائع فرما دیں ۔ نوازش ہوگی ——

دُعاؤں کا طالب احقر العباد
میاں محمد شبیر مہرل
بی ۔ اے ۔ ایل ایل بی
سرگودھا

”مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری صاحب نے ایک کتاب شائع فرمائی ہے جس کا نام ہے ”معاشیاتِ نظام مصطفیٰ“ ۔ اس میں سُود کے خلاف اسلامی احکام کا ذکر کرنے کے بعد سُود کے گناہ سے بچنے کی تدابیر درج کی گئی ہیں ۔ دو ایک تدابیر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

پہلی تدبیر :—— ایک شخص کسی کو دس روپیہ قرض دے کر اس سے دو روپے زائد لینا چاہتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ دو روپے سُود ہوں گے لیکن اس جُرم اور گناہ سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ قرض دینے والا، قرض لینے والے کی کوئی چیز دس روپے میں نقد خرید لے اور اُسے قرض لینے والے کے ہاتھ مدّتِ معینہ کے لئے بارہ روپے میں اُدھار بیچ دے ۔ اس مدّت کے بعد قرض لینے والا،

قرض دینے والے کو بارہ روپے ادا کرے۔
اس فقہی حیلہ سے یہ زائد دو روپے
حلال وطیب قرار پاجائیں گے۔

دوسری تدبیر:—— قرض
دینے والا اپنی کوئی چیز ایک سو دس روپے
میں قرض لینے والے کے ہاتھ اُدھار بیچ دے
قرض لینے والا اُس چیز کو کسی اور کے ہاتھ
ایک سو روپے میں نقد بیچ دے۔ قرض دینے
والا اُس چیز کو اُس شخص سے سو روپے میں
خرید لے۔ اس طرح وہ چیز بھی قرض دینے
والے کو واپس مل گئی اور قرض لینے والے
کے ذمے ایک سو دس روپے واجب الادا
ہو گئے۔

تیسری تدبیر:—— قرض
دینے والا قرض لینے والے کے ہاتھ ایک
چیز دو سو روپے میں اُدھار بیچ دے۔
پھر اُسے اُس سے ایک سو روپے میں نقد
خرید لے۔ قرض لینے والا معینہ مدت کے
بعد اس شے کی قیمت کے طور پر اُسے دو سو
روپے ادا کر دے گا۔ اس طرح اُسے
ایک سو روپیہ زائد مل جائے گا جو
بالکل حلال اور طیب ہو گا۔

ان تدابیر کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

امام ابو یوسف (علیہ الرحمۃ) ایسے
کاروبار کے متعلق فرماتے ہیں کہ
اس سے منافع بھی ہو گا اور ثواب
بھی ملے گا۔ ثواب اس لیے ملے گا
کہ اسے سود جیسے حرام سے بچنے
کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔
(بحوالہ فتاویٰ قاضی خان مع
عالمگیری جلد دوم ص ۲۷۹/۲۸۰ مصری)

امام یوسف کی اس رائے کو نقل کرنے کے
بعد فاضل مصنف فرماتے ہیں:۔

لیکن افسوس کہ مسلمان دینِ فطرت
کی ایسی تدابیر سے غافل رہ کر
سود ایسی لعنت میں مبتلا ہیں۔

؎ افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارے''

(ماہنامہ طلوعِ اسلام۔ اگست ۸۲ء ص۳)

ایک سوال

(مرزا سلطان احمد صاحب - فیصل آباد)

کیا کائنات میں انسان کے علاوہ کوئی ایسی مخلوق موجود ہے جو انسان کی طرح اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہو، غور و فکر کا مادہ رکھتی ہو اور عقل و ذہانت سے کام لے کر ترقی کی نئی نئی راہیں پیدا کر سکے۔

سائنس کی دنیا میں یہ سوال ایک صدی سے زیادہ عرصے سے اُٹھ رہا ہے لیکن اس مسئلہ پر سنجیدگی سے تحقیق کم اور افسانہ نویسی زیادہ ہوتی رہی ہے۔ بہت سے مغربی ناول نگاروں نے اس مسئلہ پر ناول لکھے جن میں سے ایچ۔ جی۔ ویلز (H. G. Wells) کا ناول "مریخ کا حملہ" عالمگیر شہرت کا حامل ہوا۔

ان مصنفین کی زیادہ تر توجہ مریخ اور چاند کی طرف رہی۔ انہوں نے چاند اور مریخ پر بسنے والی ایسی فرضی مخلوق پر کہانیاں لکھیں جو انسان کی طرح غور و فکر کی صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ یہ باشندے نہ صرف اپنا طرزِ حکومت رکھتے ہیں بلکہ پیچیدہ مشینوں کو بنا کر ان سے کام لینا بھی جانتے ہیں۔

لیکن ان ناول نگاروں کی توقعات کے برعکس جدید تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چاند اور مریخ پر ایسی مخلوقات تو درکنار، ادنیٰ درجہ کی نباتات کا بھی وجود نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ دعویٰ صرف چند ایک سیاروں تک محدود ہے۔ اس کائنات میں موجود دیگر اربہا ارب سیاروں کے متعلق سائنس ابھی تک خاموش ہے۔ ہمیں کچھ علم نہیں کہ آیا وہاں اس قسم کی کوئی مخلوق پائی جاتی ہے کہ نہیں۔

ماہر فلکیات کا ایک بہت بڑا طبقہ اس قسم کی مخلوق کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور ان میں سے کئی ماہرین اس موضوع پر تحقیق کر رہے ہیں۔ یہ ماہرین ریڈیائی لہروں اور دوسرے ذرائع کے ذریعہ سے ایسی مخلوق سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ایک نہ ایک دن یہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

بہت سے ماہر فلکیات کا یہ دعویٰ ہے کہ کائنات کے کسی نہ کسی گوشے میں نہ صرف یہ مخلوق موجود ہے بلکہ انہیں زمین پر بہت سے لوگوں نے دیکھا بھی ہے

ایک امریکی سائنسدان جیکس ویلی (Jacques Vallee) نے ایک انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے جس میں ایسے سینکڑوں لوگوں کے انٹرویو دیئے گئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے ایسی مخلوق کو دیکھا ہے۔ یہ لوگ مختلف علاقوں اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اُن کے بیان شدہ واقعات آپس میں حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہیں۔ تقریباً تمام لوگوں نے اس مخلوق کا حلیہ، قد، رنگ اور حرکات ایک جیسی بیان کی ہیں۔ مَیں مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جو کہ امریکہ کے شمالی علاقے ڈیکوٹا (Dakota) کا ہے۔

نومبر ۱۹۶۱ء میں افواج سے منسلک چار آدمی اکٹھے سڑک پر جا رہے تھے۔ اُس شام بارش ہو رہی تھی اور برف کے چھوٹے چھوٹے گالے بھی برس رہے تھے۔ اچانک چاروں نے ایک جہاز کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ موسم کے باعث جہاز صاف نہیں نظر آ رہا تھا لیکن اُنہوں نے یہی خیال کیا کہ شاید خراب ہونے کے باعث کسی مسافر جہاز کو یہاں اُتارنا پڑا ہو۔ یہ سوچ کر وہ مدد کے لیئے جہاز کی طرف چل پڑے۔ لیکن یہ دیکھ کر اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اُس جہاز کے اردگرد عجیب الخلقت وجود پھر رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے اُن چاروں کی طرف دھمکانے کے انداز سے اشارہ کیا۔ گویا بھاگ جانے کے لیئے کہہ رہا ہو۔ اُن چاروں میں سے ایک نے پستول سے فائر کیا۔ گولی اُن میں سے ایک عجیب الخلقت وجود کو لگی جو زخمی ہو کر گر پڑا۔ اس حملے سے گھبرا کر اُنہوں نے زخمی کو جہاز کے اندر ڈالا اور فرار ہو گئے۔ اس جہاز کو کئی میل دُور ایک اَور مسافر نے بھی گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ دونوں گواہیاں مِل کر اس واقعہ کو سچا ثابت کرتی ہیں۔ امریکہ کے مشہور ماہرِ فلکیات ایلن ہائی نِک (Allen Hynek) نے اپنی کتاب U.F.O EXPERIENCE میں اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ایلن ہائی نِک نے کتاب لکھنے کے سلسلے میں ان چار آدمیوں سے خود بھی ملاقات کی تھی۔

اِس اور اِس قسم کے بہت سے دوسرے واقعات سے سائنسدانوں نے بہت سے دلچسپ نتائج نکالے ہیں۔ مثلاً یہ عجیب الخلقت وجود ہمارے کرۂ ارضی میں بآسانی سانس لے سکتے ہیں۔ کیونکہ کبھی کسی دیکھنے والے نے اُنہیں ماسک یا اِس قسم کے دوسرے آلاتِ تنفس پہنے ہوئے نہیں دیکھا۔ گویا وہ جس کسی بھی سیارے پر بستے ہیں۔ اُس سیارے کی ہوا ہماری زمین کی ہوا سے ملتی جلتی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ماضی میں لکھے گئے اکثر ناولوں میں بھی اِس مخلوق کو ہمارے کرۂ ہوائی میں سانس لینے کے قابل بتایا گیا ہے۔

امریکہ میں بسنے والے سٹن (Sutton) گھرانے کے گیارہ افراد نے اپنی آنکھوں سے کئی گھنٹوں تک اس عجیب و غریب مخلوق کو اپنے کھیتوں میں پھرتے دیکھا ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۵۱ء میں پیش آیا۔ اس خاندان کا ایک فرد دَوڑتا ہُوا گھر کے

اندر آیا اور گھر والوں سے کہا کہ اُس نے ایک عجیب مخلوق کو کھیتوں میں گھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن گھر والوں نے یہ سُن کر اس کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔ کُتّے کے متواتر بھونکنے کی آواز سُن کر گھر کے دو افراد باہر گئے تو اُنہوں نے اس مخلوق کو گھر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ یہ کوئی انسان تو نہیں تھا مگر اس کا جسم انسان سے کسی حد تک مشابہت رکھتا تھا اس سے ہلکی ہلکی شعاعیں نکل رہی تھیں اور اس نے ہاتھ اُوپر اُٹھائے ہوئے تھے۔

گھر کے افراد نے بوکھلا کر اس بن بلائے مہمان پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ گولی لگنے سے ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے گولی کسی ٹھوس جسم کی بجائے خالی ٹوکری سے ٹکرائی ہو۔ فائرنگ کے نتیجے میں یہ مخلوق اندھیرے میں غائب ہو گئی۔ تاہم اُسی طرح کا ایک وجود پھر ایک کھڑکی سے نظر آیا۔ اس پر بھی گولیاں چلائی گئیں۔ دو مرد یہ دیکھنے کے لئے باہر گئے کہ آیا وہ مخلوق فائرنگ سے مری ہے کہ نہیں تو چھجے پر سے ایک پنجہ نما ہاتھ اُن کی طرف بڑھا۔ انہوں نے پھر اُس کی طرف فائرنگ کی اور گھر کے اندر چلے گئے۔ تقریباً ایک دو گھنٹے کی آنکھ مچولی کے بعد گھر کے سارے افراد دو کاروں میں بیٹھ کر دس گیارہ میل دُور پولیس سٹیشن گئے اور پولیس کو بُلا کر لائے۔ لیکن پولیس کے آنے کے بعد وہ مخلوق پھر نظر نہیں آئی۔ تاہم پولیس کے چلے جانے کے بعد اُس مخلوق کو پھر دیکھا گیا۔ لیکن اِس کے بعد اُن کا کچھ نام و نشان نہ ملا۔

اِس گھرانے کے افراد نے اُس مخلوق کا جو حُلیہ بتایا ہے وہ خاص دلچسپی کا حامل ہے۔ ان کے بیان کردہ حُلیے کے مطابق اُس کے بازو بہت لمبے اور ہاتھ کافی بھاری تھے۔ گردن کے متعلق اُنہیں کچھ یاد نہیں پڑتا کہ آیا گردن تھی بھی کہ نہیں۔ سر گول اور مکمل طور پر گنجا تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور ایک دوسری سے خاصے فاصلے پر تھیں۔ اس کے جسم سے ہلکی ہلکی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ جاندار اشیاء سے شعاعیں نکلنا محیّر العقول باتوں میں سے نہیں ہے۔ آج کی سائنس ایسے بہت سے عوامل سے واقف ہے جن کے نتیجے میں جاندار اجسام شعاعیں خارج کر سکتے ہیں مثلاً فاسفورس کا ہوا کے ساتھ عمل جگنوؤں میں شعاعیں پیدا کرتا ہے۔

اِس قسم کے سینکڑوں واقعات ایک ہزار سے زائد لوگوں کو پیش آ چکے ہیں اور اِس موضوع پر بیسیوں کتب لکھی جا چکی ہیں۔

کیا اِس قسم کی کسی مخلوق کا وجود بھی ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی ایسی مخلوق موجود ہے تو وہ کہاں بستی ہے اور اُس کا رہن سہن اور عادات کیا ہیں۔ اِس قسم کے سوالات کا جواب تلاش کرنے کیلئے بہت سے ماہرین تحقیقات میں مصروف ہیں۔ لیکن ایک سوال جو طبعاً دل میں اُٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی مخلوق موجود ہے تو وہ انسان سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتی؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جب

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

شخصیات

۱۹۸۲ء میں نوبل انعام حاصل کرنے والا ادیب

گارشیا مارکوئس

تحریر: طارق احمد بٹ۔ کراچی

"سب سے بڑی خوشی مجھے اس بات پر ہو رہی ہے کہ آئندہ پھر کبھی میں نوبل انعام حاصل نہ کر سکوں گا۔"

یہ الفاظ گارشیا مارکوئس کے ہیں۔ گارشیا کولمبیا کا پہلا اور لاطینی امریکہ کا چوتھا شخص ہے جس نے نوبل انعام حاصل کر کے دنیائے ادب کے سربرآوردہ حلقہ میں شرکت کی ہے۔ سویڈش اکیڈمی نے ناول نگار اور مختصر افسانوں کے خالق گارشیا کے گیارہ افسانوں کا انتخاب کیا تھا۔ ان افسانوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف میں بے پناہ داستان گوئی کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ان افسانوں میں بڑے خوبصورت الفاظ میں لاطینی امریکہ کے قدرتی مناظر کی عکاسی کی گئی ہے اور ان سے براعظم جنوبی امریکہ کی معاشرت اور ان کے باہمی مناقشات کا پتہ چلتا ہے۔

چوّن سالہ مصنف گارشیا کو ان کے ناول "تنہائی کے ایک سو سال" (ONE HUNDRED YEARS OF SOLITUDE) کی وجہ سے بڑی شہرت ملی ہے۔ یہ ناول ۱۹۶۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ بعد میں یہ کتاب تین براعظموں میں سب کتابوں سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب بن گئی۔ نثر میں منظر نگاری، لطیف سیاسی طنز اور حقیقت و تخیل کی سحر کاری کا امتزاج ایسی خوبیاں ہیں جنہوں نے اس داستان گو کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

گارشیا کی کہانیوں کا دنیا کی تیس مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بالعموم نوبل انعام کا انتخاب کرتے وقت ساری دنیا کے ادبی حلقوں میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس شور و غل سے سویڈش اکیڈمی کا شعبہ انتخاب بھی محفوظ نہیں ہوتا اور ان کے انتخاب پر لاطینی امریکہ، یورپ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لاکھوں

قارئین بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ کولمبیا، گارشیا کا وطن ہے۔ وہاں اس کے شیدائی اسے "گابو" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ادب کا نوبل انعام گارشیا کو ہی ملنا چاہیئے۔

گارشیا کی موجودہ رہائش گاہ میکسکو سٹی میں ہے۔ یہاں کے ٹیلی ویژن اسٹیشن نے سارے دن گارشیا کی زندگی کے حالات اور تخلیقات پر تبصرے اور پروگرام نشر کیئے۔ ۱۹۵۰ء میں گارشیا نے فرانس میں ایک صحافی کی حیثیت سے چند سال گزارے تھے۔ فرانس کے موجودہ صدر فرانکو متراں اس کے زبردست مداح ہیں۔ انہوں نے اس موقع پر کہا :-

"میں اپنے دل کی گہرائیوں سے
دُنیا کے اِس مصنف ناول نگار کو
سلام کرتا ہوں جس نے بنی نوعِ
انسان کے خیالات کی ترجمانی کی ہے"

گارشیا خود بھی اس عزت افزائی پر فخر محسوس کرتا ہے۔ ایک انٹرویو میں اس نے نہایت فخر و مسرت سے کہا :-

"میں اس حقیقت کا اعتراف
کرتا ہوں کہ گزشتہ دس سال
میں مَیں نے اتنی پُرسکون شام کبھی
نہیں گزاری تھی"

دُنیائے ادب میں گارشیا کا امتیازی طرزِ نگارش "ساحرانہ حقیقت پسندی" (MAGICAL REALISM) کہلاتا ہے۔

اِس تکنیک کو سب سے پہلے ارجنٹائنا کے ۸۳ سالہ مصنف جارج لوئی بورجیس نے اپنی عشق پیچاں اساطیری کہانیوں میں استعمال کیا تھا۔ گارشیا نے ساحرانہ حقیقت پسندی کے فن کو ایک قدم آگے بڑھا دیا ہے اور اس میں لاطینی امریکہ کی تاریخ کے دَورِ مظالم، تشدّد اور اساطیری واقعات کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور اس طرح گارشیا نے اس صنفِ تحریر کو معراج تک پہنچا دیا ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ حقیقت میں تھوڑا بہت طلسم ضرور ہوتا ہے اور اگر حقیقت کو ذرا سا توڑ موڑ کر پیش کیا جائے تو مبالغہ آرائی معلوم ہونے لگتی ہے۔ گارشیا کی ساحرانہ حقیقت پسندی کو سمجھنے کے لئے اسکی ایک کتاب "تنہائی کے ایک سو سال" کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں :-

"مدتوں بعد اُسے فائر اسکواڈ کے سامنے کھڑا ہونا پڑا تھا۔ کرنل اوری لیانو بوئنڈیا کو بچپن کی وہ شام یاد آگئی جب وہ اپنے باپ کے ہمراہ برفباری دیکھنے گیا تھا۔ ان دنوں "میکنڈو" میں صرف بیس عدد کچے گھر تھے —— دُنیا ابھی پیدا ہوئی تھی اور بہت سی چیزوں کے نام بھی نہیں رکھے گئے تھے۔ چنانچہ کسی چیز کا نام لینے کی بجائے اسکی

طرف خیال کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔
یہاں ہر سال مارچ کے مہینے میں پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے خانہ بدوشوں کا ایک خاندان آیا کرتا تھا اور گاؤں کے نزدیک ہی ڈیرہ لگا لیتا تھا۔ ڈھول اور نفیری کی پُرشور آواز میں وہ اپنی نئی ایجادات کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ اور اس گاؤں میں وہی سب سے پہلے مقناطیس لے کر آئے تھے۔
ان میں ایک ہٹا کٹا خانہ بدوش تھا جس کی داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی اور چڑیلوں کی طرح ہاتھ تھے اپنا نام میلکواڈیس بتاتا تھا۔ اُس نے ایک زبردست مظاہرہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ مقدونیہ کے ماہر کیمیا دانوں کا آٹھواں عجوبہ دکھائے گا۔
وہ لوہے کے دو بھاری ٹکڑوں کو رسی میں باندھ کر لوگوں کے دروازوں پر گھومتا رہا۔ اور ہر شخص کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ہلکے لوہے کے برتن، تھالیاں، چمٹے اور انگیٹھیاں اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگے تھے ——
پُرانے شہتیروں میں لگی ہوئی کیلیں اور بولٹ باہر نکلنے کے لیے بیتاب تھے۔ یہاں تک کہ مدتوں کی کھوئی ہوئی چیزیں اسی جگہ سے نمودار ہونے لگی تھیں اور میلکواڈیس کے جادو کے لوہوں کی طرف کھنچی چلی آرہی تھیں۔ بدہیئت جادوگر نے اپنی کرخت آواز میں اعلان کیا:۔
"ہر چیز میں ایک قسم کی زندگی ہوتی ہے۔ لیکن سادہ سی بات ہے کہ میں نے ان کی رُوحوں کو بیدار کر دیا ہے۔"
امریکہ اور یورپ کے بہت سے جدید مصنفوں کے برخلاف گارشیا مارکوئس راہبانہ انداز میں مشاہدۂ نفس نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی تحریروں میں سیاست اور معاشرے کا مکمل احاطہ کر کے مشاہدے اور تجزیے کے جال میں پھنسا لیتا ہے۔ جب وہ اپنے واہمہ کی طفلانہ رفتار سے ایک ہی نہج پر گزرتے ہوئے وقت کا تعاقب کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ خوف وہراس کے باعث لاکھوں کسانوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں تو یہ عظیم مصنّف اس زوال پذیر معاشرہ میں مہذّب انسانوں کی بے حسی کا ماتم کرتا ہے۔
گارشیا کی تخیلاتی کائنات میں آخری فتح قسمت ہی کی ہوتی ہے، کیونکہ کوئی بھی انسان قسمت کی کرشمہ سازیوں اور مظالم سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔
گارشیا کے ایک امریکن مترجم گریگوری ربابا

کا کہنا ہے کہ:۔

"گارشیا مارکوئس کے کسی بھی افسانہ کا انجام طربیہ نہیں ہوتا لیکن زندگی کی عکاسی کرتے وقت وہ طنز و مزاح اور بے شمار خوشیوں کے پھول اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔"

گارشیا کی تخلیقات انتہائی سنسنی خیز اور دُور رس نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔ ان خصوصیات کے باعث اس مصنف کو گراں قدر رائلٹی ملتی ہے بعض فلم کمپنیوں نے گارشیا کو بہت بڑی پیشکش کی ہے لیکن اس نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جب اس سے سوال کیا گیا کہ آپ نے اپنی کتاب "تنہائی کے ایک سو سال" کو فلمانے سے کیوں انکار کر دیا؟ تو اُس نے جواب دیا کہ:۔

"یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کو مَیں ادبی تخلیق خیال کرتا ہوں میرے قارئین نے اِس کتاب کے کرداروں کا اپنے ذہن میں مخصوص تاثر پیدا کر لیا ہے۔ اسکرین پر ان کرداروں کو ایسی صورت میں ڈھال دیا جائے گا جو قارئین کے مفروضات سے بالکل مختلف ہو گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ میرے قارئین ان کرداروں کی ہیئت کو خود اپنے ذہن میں تخلیق کریں۔ اور یہی چیز اس کتاب کی نمایاں خصوصیت ہے جس کے باعث اس میں تھوڑا سا حقیقت پسندی کا عنصر پیدا ہو گیا ہے۔"

گارشیا ایک طویل مدت سے سیاست کے بنیادی مقاصد کا پروپیگنڈہ کرتا رہا ہے۔ اِسی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ نوبل انعام کی انتخابی کمیٹی اس کو نظرانداز کر دے گی —— ایسا لگتا ہے کہ سویڈن کی اکیڈمی نے لاطینی امریکہ کے ادیبوں میں ایک ہمہ گیر سیاسی شعور کو سراہا ہے اور دوسرے معروف قلمکاروں کی بہ نسبت گارشیا کو اِس لیے منتخب کیا ہے کہ وہ غریبوں کا زبردست ترجمان ہے۔

گارشیا گزشتہ کچھ عرصہ سے کیوبا کے انقلاب کا حامی رہا ہے۔ وہ صدر فیڈل کاسترو کا نہایت سرگرم دوست ہے۔ وہ لاطینی امریکہ میں دائیں بازو کی فوجی حکومتوں کے خلاف بھی کھل کر تنقید کرتا رہا ہے —— مارچ ۱۹۸۱ء میں گارشیا کولمبیا سے میکسیکو سٹی چلا گیا تھا کیونکہ اس کو یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ کولمبیا کی سیکورٹی فورس اس کو گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ جب اُس سے سوال کیا گیا کہ جلاوطن ہو کر زندگی گزارنے سے آپ کی تحریرات پر اثر پڑا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا:۔

"میری تخلیقات ارتقاء پذیر رہی ہیں لیکن اِس ترقی کا باعث میری جلاوطنی نہیں ہے۔ ایک طرح سے تو

مَیں ہمیشہ سے جلاوطنی کی زندگی گزارتا چلا آرہا ہوں۔ مَیں ۲۵ سال تک کولمبیا میں نہیں رہا لیکن مَیں خود کو سیاسی جلاوطن نہیں سمجھتا۔ زیادہ سے زیادہ آپ ادبی جلاوطن کہہ سکتے ہیں۔ مَیں ایک جگہ سے دوسری جگہ مصنوعات اور حقائق کی تلاش میں گھومتا پھرتا ہوں لیکن لاطینی امریکہ کے حقائق جاننا میرے لئے ایک فطری تقاضا ہے۔ جلاوطنی نے مجھے دوسرے ممالک کو سمجھنے کا موقع دیا ہے اور اس طرح میری ادبی تخلیقات کو فروغ حاصل ہوا ہے۔"

گارشیا کا کہنا ہے کہ وہ آئندہ موسمِ بہار میں کولمبیا واپس چلا جائے گا اور ایک اخبار جاری کرے گا۔

گارشیا نے اپنے سیاسی نظریات کا اتنا پروپیگنڈا نہیں کیا جتنا کہ عملی سیاست میں سرگرمی سے حصّہ لیا ہے۔ ادب میں اس نے بہت سے انعامات حاصل کئے ہیں۔ نوبل انعام ملنے کے بعد اس کو میکسیکو کا "ایزٹیک ایگل ایوارڈ" (AZTEC EAGLE AWARD) ملا ہے جو اس ملک میں کسی غیرملکی کو دیا جانے والا سب سے بڑا انعام ہے۔

گارشیا کو انعامات میں جو رقم ملتی ہے اس کا بیشتر حصّہ وہ سیاسی مقاصد پر خرچ کر دیتا ہے جبکہ نوبل انعام سے حاصل ہونے والی ایک لاکھ ستاون ہزار روپے کی رقم کا بیشتر حصّہ وہ اپنے وطن کولمبیا میں دائیں بازو کا رجحان رکھنے والا ایک اخبار جاری کرنے پر صرف کرے گا۔

جب اس سے سوال کیا گیا کہ بہت سے مصنفین کا خیال ہے کہ نوبل انعام حاصل کرنا موت سے بغلگیر ہونے کے مترادف ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ انعام حاصل کرنے کے بعد بھی آپ اسی سطح پر لکھتے رہیں گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ:۔

"نوبل انعام حاصل کر کے مجھے اطمینانِ قلب حاصل ہوگیا ہے لیکن اب مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ مَیں پہلے سے زیادہ مشہور ہوگیا ہوں۔ شہرت سے لوگوں کی نجی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور نجی زندگی ہی میں وہ لمحات ہوتے ہیں جب ہم اپنے خیالات صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے ہیں۔"

قانون کے ایک اسکول میں چند دن کی حاضری کے بعد ۱۹۴۸ء میں گارشیا نے ایک صحافی کی حیثیت سے لکھنا شروع کیا۔ وہ گزشتہ بیس سال سے ہوانا، نیویارک اور دوسرے ممالک سے لاطینی امریکہ کے اخبارات کو تبصرے روانہ کرتا رہا ہے۔ آج کل وہ بوگوٹا کے سب سے بڑے اخبار میں اپنا کالم

رکھ رہا ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ وہ اپنی صحافیانہ تحریروں میں عام قاری کو وہ باتیں بتا دینا چاہتا ہے جو سیاستِ عالیہ کے رموز و اسرار خیال کی جاتی ہیں۔ گارشیا کا کہنا ہے کہ :۔

"میرا ایمان ہے کہ صحافت میرا اصل پیشہ ہے کیونکہ صحافت نے ہی مجھے حقائق سے رابطہ رکھنا سکھایا ہے۔"

گارشیا لاطینی امریکہ میں دیہاتی زندگی کی واضح منظر کشی کے لیے پوری توجہ سے رنگ بھرتا ہے اور ماحول اور ساخت کی مکمّل تفصیلات بیان کرتا ہے ــــــ بدعنوان مقامی حکام سے لے کر خانہ بدوش جپسیوں تک، اس کے کرداروں میں علاقائی زندگی کی فلاکت، سُستی و کاہلی اور ڈراؤنے خوابوں کی عکاسی نظر آتی ہے ــــــ بعض لوگ گارشیا کی تحریروں کو مبالغہ آرائی پر محمول کرتے ہیں لیکن وہ جو کچھ لکھتا ہے اس کا بیشتر حصّہ لاطینی امریکہ کے حقیقی تجربات پر مشتمل ہوتا ہے۔

گارشیا نے خود اپنی زندگی کے تجربات سے اپنی افسانوی دُنیا کی تخلیق کی ہے۔ اس کے افسانوی کردار "میکنڈو" کے علاوہ اس کی ابتدائی کہانیوں کے پس منظر میں مصنّف کا اپنا مقامِ پیدائش "اراکاٹاکا" نظر آتا ہے۔ یہ گاؤں بحیرۂ کیبریبین کے ساحل پر کولمبیا کی ایک دلدلی زمین پر واقع ہے ــــــ اس گاؤں میں گارشیا ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک غریب ٹیلیفون آپریٹر تھا، جس کے سولہ بچّوں میں سے گارشیا بھی ایک تھا ــــــ گارشیا نے اپنی زندگی کے ابتدائی آٹھ سال اپنے نانا نانی کے گھر گزارے تھے۔ گارشیا کا دادا ایک بوڑھا سپاہی تھا جو ملک کی خانہ جنگی کے قصّے سُنایا کرتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ گارشیا نے اپنے مختصر افسانے "کرنل کو کوئی خط نہیں لکھتا" (NO ONE WRITES TO THE COLONEL) کا کردار اسی بوڑھے سے مستعار لیا ہو۔ گارشیا کی دادی اپنے ہونہار پوتے کو جِنّوں، بھوتوں اور مرحوم رشتہ داروں سے بات چیت کرنے کے قصّے سُنایا کرتی تھی۔ اُسی زمانے میں گارشیا نے تنہائی کی حقیقت کا ادراک کر لیا تھا۔ وہ ایک بہت بڑی حویلی میں توہّم پرست رشتہ داروں میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ یہاں اُسے تنہائی کا ایک ایسا تجربہ ہوُا جو بعد ازاں اُس کی کہانیوں کا حصّہ بن گیا۔ اُس کی ایک کتاب "بزرگوں کا موسمِ خزاں" (THE AUTUMN OF THE PATRIARCH) میں پڑھنے والوں کو اپنی تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اس کی کہانی "ایوا اپنی بلّی میں حلول کر گئی ہے" (EVA IS INSIDE HER CAT) کی ہیروئن اپنی مملکتِ حُسن میں یکہ و تنہا نظر آتی ہے۔ اور "تنہائی کے ایک سو سال" میں وہ

خانہ بدوش تنہا ہے جو میکنڈو خاندان کی چھ پشتوں کا شجرۂ نسب بیان کرتا ہے۔ ان سب کہانیوں میں موت کی عظیم ترین تنہائی پر پھیلائے نظر آتی ہے ــــــ لیکن گارشیا کے نزدیک تنہائی محض خوف نہیں ہے۔ بعض اوقات وہ تنہائی کو فریب زندگی سے مبرا ایک خوبصورت پناہ گاہ بنا کر پیش کرتا ہے ــــــ اگرچہ گارشیا کی تخلیقات میں تنہائی کا عنصر غالب نظر آتا ہے لیکن ان میں زندہ رہنے کی تڑپ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

گارشیا ایک لحیم شحیم قسم کا ہنس مکھ انسان ہے اور اپنی مہمان نوازی، سخاوت اور بذلہ سنجی کے لیے مشہور ہے۔ تاہم اپنی خلوت میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کہیں سفر پر باہر نہ گیا ہو تو گارشیا روزانہ کچھ نہ کچھ لکھتا ہے اور میوزک شوق سے سنتا ہے ــــــ گارشیا کا خیال ہے کہ خوشی ایک ایسا جذبہ ہے جس کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ میں ایک ناول لکھ کر مسرت کو اس امید میں اس کا جائز مقام دینا چاہتا ہوں کہ شاید انسانیت کے لیے یہ ایک نمونہ بن جائے۔

گارشیا کے دو جوان بیٹے ہیں اور ایک بیوی مرسڈیز ہے جو کولمبیا کی رہنے والی ہے۔ اُس نے اپنی ۲۵ سالہ ازدواجی زندگی کے متعلق بتایا کہ "یہ ہماری ازدواجی زندگی کا شاندار ریکارڈ ہے لیکن اس پر مجھے کوئی نوبل انعام نہیں ملے گا۔"

گارشیا کے گھر کے بڑے دروازے پر یہ الفاظ نہایت جلی حروف میں لکھے ہوئے ہیں:-

"مُبارکباد ــــــ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں!"

یہ گارشیا مارکوئس کے دل کی آواز ہے اور نوبل پرائز ایک خوبصورت تحفہ ہے جس کا وہ ...

ایک سوال (بقیہ صفحہ ۲۹)

بھی انسان کا اُن سے واسطہ پڑا ہے تو انسان نے کوئی دوستانہ رویہ نہیں دکھایا۔ بلکہ اکثر نے تو انہیں دیکھتے ہی گولیاں برسانی شروع کر دی تھیں۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے واقعات کی بناء پر وہ انسان کو اپنا دشمن خیال کرتے ہوں۔

بہرحال اس موضوع پر تحقیق جاری ہے شاید سائنسدان اس مسئلہ کا حل تلاش کر لیں یا شاید یہ مسئلہ ہمیشہ ہی ایک سوال بنا رہے۔

اخبارِ مجالس

(مرتبہ: منیر احمد جاوید - نائب مُدیر)

★ مجلس خدام الاحمدیہ کوہاٹ نے ۲۰ رمئی کو قدرتی مناظر سے آراستہ پُرفضا مقام۔ جوزازہ میں پکنک منائی جس میں بعض غیر از جماعت احباب نے بھی شمولیت فرمائی۔ کھیلوں کے علاوہ ایک مختصر سا اجلاس بھی ہوا۔ پروگرام بڑا کامیاب رہا۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک $\frac{184}{7-R}$ ضلع بہاولنگر نے ۳ رجون کو ایک وقارِ عمل منایا۔ اور پون گھنٹہ صرف کر کے ایک گلی کی صفائی کی گئی۔ اسی روز بعد نماز مغرب کھلوا جمیعًا ہوا۔ ہر دو پروگراموں میں ۱۰۰ فیصد خدام و اطفال نے شرکت کی۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک $\frac{144}{P}$ گاگڑی بنگلہ ضلع رحیم یار خان نے ماہ جون جولائی کے دَوران دو اجلاس عاملہ منعقد کیے۔ چار وقارِ عمل منائے۔ جن کے دَوران ۲ بار مسجد کی صفائی اور ۵ ایکڑ لمبے رستہ کو صاف کیا گیا۔ علاوہ ازیں ۵ غیر از جماعت دوستوں تک پیغامِ حق پہنچایا گیا۔ شجرکاری کے تحت ۲۰ درخت لگائے گئے۔ نمازِ عشاء کے بعد خدام کو بعض دعائیں اور نماز باترجمہ یاد کروائی جاتی رہی۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک $\frac{184}{7-R}$ نے ۳ رجولائی کو ایک اجلاس عام منعقد کیا جس میں ۱۰۰ فیصد اطفال و خدام نے شرکت کی۔ اسی طرح ۷ رجولائی کو بھی ایک اجلاس عام منعقد ہوا جس کی صدارت قائد علاقہ بہاولنگر نے کی۔ جس میں "مثالی مجلس کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر صدرِ جلسہ نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ پسرور نے ۸ رجولائی کو ایک تربیتی کلاس کا انعقاد کیا۔ جس کے دَوران حضور ایدہ اللہ الودود کے ایک خطبہ جمعہ کی کیسٹ سُنائی گئی۔ بعد ازاں قائد صاحب ضلع نے خدام کو بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ کلاس میں ۸ خدام ۸ اطفال

اور ۱۰ انصار کے علاوہ مجالس بیرون کے ۵ خدام نے بھی شرکت کی۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک $\frac{184}{7-R}$ نے ۲۱/ جولائی کو ایک اجلاس عام منعقد کیا۔ جس میں "وقارِ عمل کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ سو فیصد خدام و اطفال کے علاوہ دیگر احباب جماعت نے بھی شرکت کی۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۱/ جولائی کو منعقد ہوا۔ ۲۲/ جولائی کو بعد نماز جمعہ ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت قائد صاحب ضلع نے کی۔ ۳۵ خدام اور ۲۹ اطفال شریک ہوئے۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ پسرور نے ۲۹/ جولائی کو ایک وقارِ عمل منایا۔ جس کے دوران قبرستان کے ارد گرد پودے لگائے گئے۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک $\frac{184}{7-R}$ نے ۲۹/ جولائی کو بزمِ حسنِ بیان کا اجلاس منعقد کیا۔ جس کے دوران "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم" اور "اطاعتِ امام" کے عناوین پر تقاریر ہوئیں۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ چک ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر کی مجلس عاملہ کے ۳ اجلاس یکے بعد دیگرے ۳، ۴، ۵/ اگست کو منعقد ہوئے جن کے دوران ضلعی سالانہ اجتماع اور شعبہ اصلاح و ارشاد سے متعلق اہم پروگرام طے کئے گئے۔ اسی طرح ۵/ اگست کو ایک اجلاس عام بھی منعقد ہوا۔

مرکزی اعلانات برائے قائدین

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۸۳ء

علمی مقابلہ جات

امسال سالانہ اجتماع پر ہونے والے علمی مقابلوں کے لئے مختصر نصاب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اس کے مطابق خدام کو علمی مقابلوں میں حصہ لینے کے لئے تیار کر کے ممنون فرمائیں۔

اس سال علمی مقابلوں میں کم از کم ہر ضلع کی نمائندگی ہر مقابلے میں لازمی ہے۔

۱۔ **نصاب ترجمہ و تفسیر قرآن کریم:۔**

معیار اوّل: ترجمہ و تفسیر قرآن (تفسیر صغیر کی روشنی میں) اور تفسیر سورۃ آل عمران تا نساء از حضرت مسیح موعودؑ۔

معیار دوم: ترجمہ و تفسیر قرآن (تفسیر صغیر کی روشنی میں) پہلے ۲۰ پارے اور تفسیر سورۃ یونس تا کہف از حضرت مسیح موعودؑ

معیار سوم: ترجمہ و تفسیر (تفسیر صغیر کی روشنی میں) پہلے دس پارے اور تفسیر سورۃ مائدہ تا توبہ از حضرت مسیح موعودؑ

۲۔ **نصاب حفظ قرآن کریم:** تیسویں پارہ کی آخری سولہ سورتیں زبانی یاد کرنا (الزلزال تا الناس)

۳۔ **نصاب مطالعہ حدیث:۔**

معیار اوّل: حدیقۃ الصالحین اور احادیث الاخلاق کا مطالعہ اور چہل احادیث زبانی یاد کرنا

معیار دوم: حدیقۃ الصالحین نصف اوّل، احادیث الاخلاق کا مطالعہ اور ۲۰ احادیث یاد کرنا (از چہل حدیث)

معیار سوم: احادیث الاخلاق، "رسول اللہ کی باتیں" کا مطالعہ اور دس احادیث یاد کرنا۔ (" ")

۴۔ **نصاب مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و سلسلہ** (مقررہ کتب برائے سال ۸۳ء-۸۲ء کے علاوہ)

معیار اوّل: ازالہ اوہام، نزول المسیح اور سیر روحانی جلد دوم

معیار دوم: تحفہ گولڑویہ، تذکرۃ الشہادتین اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام

معیار سوم: براہین احمدیہ حصہ پنجم اور دعوۃ الامیر

۵۔ **مقابلہ حفظ نظم (ہر سہ زبان):۔**

(ا)۔ اردو اشعار از کلام حضرت مسیح موعودؑ۔ نظم اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار کے ۲۵ اشعار یاد کرنا۔ از شعر نمبر ۲۶ تا شعر نمبر ۵۰ (از براہین احمدیہ چہار حصص)

ب۔ عربی اشعار از کلام حضرت مسیح موعودؑ۔ نظم "اَمِنْ غَیْرِ مَنْبَعِ هَدْيِهِ نَطْلُبُ الْهُدیٰ" کے پہلے ۱۵ اشعار (از کرامات الصادقین صـ ۵۶-۵۷)

ج۔ فارسی اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ از نظم "در دلم جوشد ثنائے سرورے" ۱۵ اشعار یاد کرنا۔ شعر ۲۱ تا شعر ۳۵

نوٹ:۔ یہ جملہ اشعار رسالہ ھدایات اجتماع خدام الاحمدیہ میں شائع کر دیئے جائیں گے۔

۶۔ عناوین تقریری مقابلہ معیار اوّل۔ وقت ۳ سے ۵ منٹ۔

۱۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

۲۔ ہستی باری تعالیٰ کی ایک دلیل۔

۳۔ صبر و استقامت

معیار دوم:۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تبلیغ۔

۲۔ نماز باجماعت کی اہمیت۔

۳۔ وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم ؎ اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

عنوان تقریری مقابلہ معیار سوم:۔

۱۔ وفاتِ مسیح میں حیاتِ اسلام ہے۔

۲۔ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ۔

۳۔ پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو ؎ جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

تقریری مقابلہ معیار خاص:۔

نام علاقہ	عنوان	نگران تیاری مقرر
۱۔ علاقہ سرگودہا	داعی الی اللہ کا منصب اور ہمارا فرض	قائد ضلع سرگودہا
۲۔ علاقہ لاہور	اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور قلمی و لسانی جہاد	قائد ضلع لاہور
۳۔ علاقہ سرحد و راولپنڈی	دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں ؎ ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار	قائد علاقہ راولپنڈی
۴۔ علاقہ ملتان و بہاولنگر	"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا"	قائد علاقہ بہاولنگر
۵۔ کراچی علاقہ سندھ و کوئٹہ	"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے"	قائد علاقہ کراچی

نام علاقہ	عنوان	نگران تیاری مقرر
۶ - ربوہ	جماعتِ احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی جدوجہد	مہتمم مقامی

ضروری نوٹ :-

تقریری مقابلہ معیار خاص کا وقت ۸ سے ۱۰ منٹ مقرر ہے۔ نگران صاحبان اصل نمائندہ مقررین اور متبادل مقررین کے اسماء تجویز کر کے ۳۰ ستمبر تک مرکز میں پہنچا دیں۔

۷ - مقابلہ مضمون نویسی :-

عنوان :- دعوت الی اللہ اور تبلیغ کے طریق (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

وقت ایک گھنٹہ - الفاظ ایک ہزار - کاغذ مرکز مہیا کرے گا۔

۸ - پرچہ ذہانت و معلومات و قرآن کریم :-

۱ - پانچواں پارہ باترجمہ ۲ - رسالہ عام دینی معلومات ۳ - تاریخ احمدیت جلد چہارم

ان مقابلوں کے علاوہ تلاوتِ قرآن، اذان، نظم خوانی، مشاہدہ معائنہ، پیغام رسانی اور زبانی معلومات کے مقابلے ہوں گے۔

مجلس سوال و جواب بھی منعقد ہوگی۔ اس کے لیئے بہتر ہوگا کہ یکم اکتوبر تک سوالات مرکز میں بھجوا دیئے جائیں۔

نوٹ ۱ :- اِرسال تعلیمی کارڈ کا سلسلہ پھر جاری کیا گیا ہے اس لیئے علمی مقابلوں میں شرکت کے لیئے تعلیمی کارڈ کا پاس ہونا ضروری ہے۔

۲ :- علمی مقابلوں کا تفصیلی نصاب جلد رسالہ ھدایات سالانہ اجتماع میں چھپ کر مجالس میں پہنچ جائے گا۔ اس رسالہ سے بھی استفادہ میں سہولت ہوگی۔

امید ہے زیادہ سے زیادہ خدام کو ان مقابلوں میں شرکت کے لیئے تیار کیا جائے گا۔

(منتظم علمی مقابلے سالانہ اجتماع) ۱۹۸۳ء

ورزشی مقابلہ جات سالانہ اجتماع ۱۹۸۳ء

امسال سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے موقع پر درج ذیل اجتماعی مقابلہ جات ہوں گے :-

(۱) فٹ بال　۱۱ کھلاڑی　(۲) کبڈی　۱۱ کھلاڑی

(۳) والی بال (سمیشنگ)　۷ کھلاڑی　(۴) رسہ کشی　۱۱ کھلاڑی

(۵) رسہ کشی　قائدین اضلاع کا مقابلہ بھی ہوگا۔

ٹیموں کی ترتیب اور اُن کے نگران قائدین حسب ذیل ہوں گے :-

۱- سرگودھا ڈویژن + فیصل آباد ڈویژن	انچارج قائد صاحب علاقہ سرگودھا
۲- لاہور ڈویژن + گوجرانوالہ	انچارج قائد صاحب علاقہ لاہور
۳- ملتان ڈویژن + ڈیرہ غازی خان	انچارج قائد صاحب علاقہ ملتان
۴- راولپنڈی ڈویژن + صوبہ سرحد، آزاد کشمیر	انچارج قائد صاحب علاقہ راولپنڈی
۵- حیدرآباد ڈویژن + خیرپور	انچارج قائد صاحب علاقہ اندرون سندھ
۶- کوئٹہ ڈویژن و کراچی	انچارج قائد صاحب ضلع کراچی
۷- ربوہ	انچارج مہتمم صاحب مقامی ربوہ

انفرادی مقابلہ جات :-

۱۰۰ میٹر کی دَوڑ۔ ۴۰۰ میٹر کی دَوڑ۔ گولہ پھینکنا۔ نیزہ پھینکنا۔ تھالی پھینکنا اونچی چھلانگ۔ لمبی چھلانگ۔ کلائی پکڑنا۔ وزن اُٹھانا۔

انچارج صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ ٹیموں کی تشکیل اس طرح کریں کہ تمام حلقہ جات کی مناسب نمائندگی ہو اور اجتماع سے دو ہفتے قبل اپنی ٹیموں کے نام مرکز کو بھجوا دیں۔ کوئی غیر از جماعت کھلاڑی ٹیم میں نہ رکھا جائے۔

تمام اجتماعی مقابلہ جات ناک آؤٹ سسٹم پر ہوں گے۔ تمام کھلاڑیوں اور ٹیموں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ مناسب یونیفارم کے ساتھ شامل ہوں۔

(نائب منتظم ورزشی مقابلہ جات سالانہ اجتماع ۱۹۸۳ء)

بقیہ ٹائیٹل صـ ۱

تاریخ احمدیت کا پہلا واقعہ ہے اور یہ شہادت ایک عظیم نوعیت کی شہادت ہے۔ ہمارے ایک نہایت ہی مخلص اور فدائی نوجوان ڈاکٹر مظفر احمد جو ڈیٹرائیٹ میں رہتے تھے۔ اور اپنے اخلاص اور دینی کاموں میں پیش روی کے نتیجہ میں انہیں قائمقام امیر امریکہ مقرر کیا گیا تھا۔ اور پھر وہ جماعت ہائے امریکہ کے نیشنل سیکرٹری بھی رہے اور شہادت کے وقت اسی عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اسلام کی تبلیغ کا موقع عطا فرمائے اور وہ اُس سے مستفید نہ ہوں۔ چنانچہ آج سے تین روز قبل بلیک امریکنز میں سے ایک بدقسمت شخص اُن کے گھر آیا اور تبلیغ کے بہانے سے اُن سے کچھ دیر گفتگو کی۔ اس سے قبل بھی وہ اسی وسیلہ سے آچکا تھا اور اُن کی مہمان نوازی سے بھی فیض یاب ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ واقعۃً اپنی دلچسپی میں مخلص ہے اُس کو پھر گفتگو کا موقع دیا۔ جب وہ اُسے گھر کے باہر تک چھوڑنے کے لئے جا رہے تھے تو اُس نے فائر کر کے اُن کو وہیں شہید کر دیا۔

اُسی رات دو اور واقعات بھی ہوئے جس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ یہ واقعات ایک بڑی گہری سازش کے نتیجہ میں رُونما ہوئے ہیں۔ ایک واقعہ تو یہ کہ ہمارے دوست لئیق بٹ صاحب جو پہلے وہاں کی مقامی جماعت کے صدر تھے، اب بھی شاید ہوں، اُن کے گھر پر بھی حملہ کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ محفوظ رہے اور پھر اُسی رات جماعت احمدیہ کے مشن ہاؤس کو بم سے اُڑا دیا گیا۔ اس مشن ہاؤس کے متعلق صبح کے وقت جو پہلی خبر مجھے پہنچی اس میں تشویش کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ دو لاشیں وہاں سے دستیاب ہوئیں۔ فوری طور پر تحقیق کی گئی تو جلد ہی یہ تسلی ہو گئی کہ کسی احمدی کی لاش نہیں اور امریکہ کی جماعت میں کسی احمدی کے لاپتہ ہونے کا علم نہیں ہو سکا۔ لیکن بعد میں جب پولیس نے تحقیق کی تو اس واقعہ میں ایک عظیم الشان نشان نظر آیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حیرت انگیز تائیدی معجزہ ظاہر ہوا۔ ثابت یہ ہوا کہ وہی قاتل جو مظفر احمد کو شہید کر کے وہاں سے الگ ہوا اُس کا ایک ساتھی بھی تھا اور یہ دونوں لئیق بٹ صاحب کے مکان پر حملہ آور ہوئے اور وہاں سے یہ دونوں مسجد کو بم سے اُڑانے کی نیت سے مسجد تک پہنچے لیکن اُسی بم سے دونوں خود بھی ہلاک ہو گئے۔

امریکہ میں یہ واقعہ ایک بہت ہی بڑی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جن لوگوں کو امریکہ کے حالات کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ وہاں اگر اس قسم کا قاتل ہاتھ سے نکل جائے تو اُس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ بعض تنظیمیں ذمہ داری قبول کر لیتی ہیں اور پھر یہ معاملہ اسی طرح اُلجھے کا اُلجھا رہ جاتا ہے۔ اور خصوصاً ایک کمزور اور نہتّی اور معصوم جماعت جس کا ملک میں کوئی بڑا رسوخ نہ ہو اُس کی خاطر تو کوئی بھی جدوجہد نہیں کر سکتا۔ (باقی ٹائٹل صفحہ آخر پر)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830
Editor: Mirza Mohammad Din Naz
SEPTEMBER 1983

پولیس کی تحقیق کے مطابق بلیک مسلم آرگنائزیشن اس جرم کی ذمہ دار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کے نام پر بعض غیر ممالک ایسی غلط اور مکروہ تعلیمات دیتے ہیں اور ان کے دل میں کچھ ایسا یقین جاگزیں کر دیتے ہیں کہ غیر مسلم کا قتل عام تمہیں غازی اور شہید بنا دے گا اور بغیر کسی وجہ کے غیر مسلم کا قتل تمہارے لئے جنت کی ضمانت ہے۔ یہ لوگ اس سے پہلے بھی کئی قسم کے بھیانک جرم کر چکے ہیں اور بڑے لمبے عرصہ تک تلاش کے باوجود اور کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کے باوجود پکڑے نہیں جا سکے۔......

...اس میں ایک اور معجزانہ تائید کا پہلو یہ بھی ہے کہ وہاں امریکہ میں قاتلوں کو پھانسی نہیں دی جاتی۔ قاتل پکڑے بھی جائیں تو ان موت کی سزا نہیں دی جاتی اس وجہ سے وہ اور بھی زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں اور جہاں آرگنائزڈ کرائم (ORGANIZED CRIME) ہو وہاں شہادت پر دباؤ ڈالا جاتا ہے اور پھر جیلوں کو توڑ کر بھی قاتلوں کو رہا کروا لیا جاتا ہے۔ پس ایک احمدی معصوم کا قاتل بالکل صاف ہاتھ سے نکل کر بچ جاتا لیکن خدا کی تقدیر نے اس کو ایک قدم بھاگنے نہیں دیا اور اسی بم سے وہ دونوں ہلاک ہو گئے جس بم سے وہ مسجد کو اڑانے کے لئے آئے تھے۔......

...شہادتیں تو دعوت الی اللہ کا کام کرنے والی قوموں کے مقدر میں ہوتی ہیں اور یہ شہادتیں انعام کے طور پر مقدر ہوتی ہیں۔ سزا کے طور پر مقدر نہیں ہوا کرتیں۔ اس لئے میں ان لوگوں کو جو اس صدمہ سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں یعنی ڈیٹرائٹ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اے ڈیٹرائٹ اور امریکہ کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدیو! اور اے مشرق و مغرب میں آباد اسلام کے جاں نثارو! اس عارضی غم سے مضمحل نہیں ہونا کہ یہ ان گنت خوشیوں کا پیش خیمہ بننے والا ہے۔ اس شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے۔ اور اس راستہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹو جس پر چلتے ہوئے وہ مرد صادق بہت آگے بڑھ گیا۔ تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں۔ تمہارے ارادے متزلزل نہ ہوں۔......

.....چشم بصیرت سے دیکھو کہ مظفر آج بھی زندہ ہے بلکہ پہلے سے کہیں بڑھ کر زندگی پا گیا۔ پس اے مظفر! تجھ پر سلام کہ تیرے عقب میں لاکھوں مظفر آگے بڑھ کر تیری جگہ لینے کے لئے بے قرار ہیں۔ اور اے مظفر کے شعلۂ حیات کو بجھانے والو! تم نے تو اسے ابدی زندگی کا جام پلا دیا۔ زندگی اس کے حصہ میں آئی اور موت تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی۔"

(الفضل ۲۲ اگست ۱۹۸۳ء)